﴿......اِنَّ الفَضلَ بِيَدِ اللّٰہِ يُؤتِيهِ مَنْ يَّشَآء﴾ (آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً﴾ (بنی إسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۷ جمعۃ المبارک ۳/نومبر ۲۰۰۰ء شمارہ ۴۴

۶/شعبان ۱۴۲۱ ہجری ☆ ۳/نبوت ۱۳۷۹ ہجری شمسی

سب سے بڑی محبت

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کی نظر میں اس کے آباء واجداد اور اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں۔

(بخاری کتاب الایمان باب حبّ الرسول)

صحابہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ حضرت محمد اکبر صاحب، حضرت عزیز دین صاحب، حضرت شیخ غلام حسین صاحب لدھیانوی، حضرت شیخ اللہ بخش صاحب، حضرت چوہدری غلام حسین صاحب بھٹی، حضرت مولوی کرم الٰہی صاحب اور حضرت خواجہ غلام نبی صاحب آف چکوال، حضرت چوہدری علی محمد صاحب گوندل رضوان اللہ علیہم کی روایات کے حوالہ سے حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں اور جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کے لئے دعا کا دلنشیں تذکرہ

(جلسہ سالانہ جرمنی کے تیسرے روز کے دوسرے اجلاس میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایمان افروز اور روح پرور اختتامی خطاب)

(دوسری قسط)

حضرت محمد اکبر صاحب، محلّہ قدیر آباد، ملتان شہر قوم پٹھان غالزئی نوریز خیل۔ بیعت دسمبر ۱۹۰۵ء

۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت منکشف ہوئی تو جماعت احمدیہ میں شامل ہوگئے۔ مگر انہیں یہ یاد نہیں کہ بیعت کا خط اسی سال لکھ دیا تھا یا نہیں۔ ۱۹۰۵ء میں جلسہ سالانہ پر گئے اور دستی بیعت کی۔ دوسری دفعہ ۱۹۰۷ء میں جلسہ سالانہ پر گئے۔ ڈیرہ غازی خان میں ایک مسجد ویران پڑی تھی جس کی مرمت کر کے احمدیوں نے نماز ادا کرنی شروع کر دی۔ محلّہ میں ایک مولوی فضل الحق آگیا جس نے محلّہ کے لوگوں کو احمدیوں کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ حالات خراب ہوئے تو پولیس نے دونوں طرف سے افراد کی ضمانت لینی چاہی تو انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں درد بھرا خط لکھا۔ آپؑ نے فرمایا ضمانت نہیں کرانی۔ مسجد چھوڑنی پڑے تو چھوڑ دیں۔ اور یہی نصیحت آج کل بھی ہے، جاری و ساری ہے۔ اور کسی احمدی کے گھر نماز ادا کرنا شروع کر دیں۔ اس کے بعد شہر دریا برد ہو گیا۔ اور وہ مسجد بھی ساتھ ہی غرق ہو گئی جو غیر احمدیوں نے زبردستی قبضہ میں لی تھی۔ نئے شہر میں جو پہلی مسجد تعمیر ہوئی وہ احمدیہ مسجد تھی۔

آپؓ فرماتے ہیں کہ: ”چوہدری نذر محمد صاحب جو اصل میں شاہ پور کے رہنے والے تھے اور ڈیرہ غازی خان میں ملازم تھے ایک دفعہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کوئی اور دوست حضور کی ملاقات کے لئے آیا جنہوں نے حضور کے سامنے ذکر کیا کہ اس کے سسرال نے اپنی لڑکی بڑی مشکلوں سے اسے دی ہے۔ اب اس نے بھی ارادہ کیا کہ وہ ان کی لڑکی کو ان کے پاس نہ بھیجے۔ اب یہ نصیحت بار بار کی جاتی ہے کہ بچیاں جو رخصت ہو جاتی ہیں ان کو اگر دکھ پہنچے تو بہت بڑا عذاب ہے ماں باپ کے لئے۔ اس لئے خدا کا خوف کریں اور یہ خیال کر کے کہ کسی کی بچی آپ کے گھر آئی ہے۔ آپ کی بچیاں بھی دوسروں کے گھر جائیں گی، ان کے ساتھ حسن سلوک کیا کریں۔ اب اس نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اب اس کو اپنے ماں باپ کے پاس کبھی نہ بھجواؤں۔

جونہی حضورؑ نے اس سے ایسے کلمات سنے حضور کا چہرہ سرخ ہو گیا اور حضور نے غصہ سے اس کو فرمایا کہ فی الفور یہاں سے دور ہو جاؤ ایسا نہ ہو تمہاری وجہ سے ہم پر بھی عذاب آجاوے۔ چنانچہ وہ اٹھ کر چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور عرض کی کہ وہ توبہ کرتا ہے اسے معاف فرمایا جائے۔ جس پر حضور نے اسے بیٹھنے کی اجازت دی۔ چوہدری نذر محمد صاحب مرحوم کہتے تھے کہ جب یہ واقعہ انہوں نے دیکھا تو میں دل میں سخت نادم ہوا کہ اتنی سی بات پر حضورؑ نے اتنا غصہ منایا حالانکہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو پوچھتے تک نہیں اور اپنے سسرال کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔ وہ کہتے تھے کہ انہوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے توبہ کی اور دل میں عہد کیا کہ اب جا کر اپنی بیوی سے معافی مانگوں گا اور آئندہ سے بھی اس سے بدسلوکی نہ کروں گا۔ چنانچہ وہ فرماتے تھے کہ جب وہاں سے واپس آئے تو انہوں نے اپنی بیوی کے لئے کئی تحائف خریدے اور گھر پہنچ کر اپنی بیوی کے پاس گئے اور اس کے آگے تحائف رکھ کر پچھلی بدسلوکی کی ان سے منّت کر کے معافی مانگی۔ وہ حیران ہو گئی کہ ایسی تبدیلی ان میں کس طرح سے پیدا ہو گئی ہے۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی طفیل ہے تو وہ حضور کو بے حد و بے شمار دعائیں دینے لگی کہ حضور نے اس کی تلخ زندگی کو راحت بھری زندگی سے مبدل کر دیا ہے“۔ (روایت محمد اکبر صاحب ملتان۔ رجسٹر روایات نمبر ۱ صفحہ ۷)

روایت حضرت عزیز دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سکنہ چانگریاں ضلع سیالکوٹ

۱۹۰۵ء میں دستی بیعت کی۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وفات کے وقت قادیان میں تھے۔ آپ روایت بیان کرتے ہیں کہ:

”مسجد اقصیٰ میں جلسہ تھا۔ ہندوؤں کے مکان کی چھت مسجد کے صحن کے برابر تھی۔ کوئی آدمی اس کوٹھے پر بھی چلا جاتا تھا تو ہندو عورت نے گالیاں نکالیں۔ حضرت صاحب کے حکم سے صبح ہوتے ہی ان کی چھت کے گرد جنگلا کروا دیا گیا تاکہ ان کے مکان کو کوئی نقصان نہ ہو۔ اور فرمایا کہ کوئی آدمی ان کی گالیوں سے دل تنگ مت ہو، عنقریب یہ مکانات الٰہی سلسلہ میں شامل ہو جائیں گے۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہی بات ہوئی۔ ہم نے یہ نشانات اپنی نظر سے پورے ہوتے دیکھے ہیں“۔ یعنی انہوں نے بھی اور ہم نے بھی بچپن میں یہ نشان اپنی نظر سے پورا ہوتے دیکھا۔

یعنی انہوں نے بھی اور ہم نے بھی بچپن میں یہ نشان اپنی نظر سے پورا ہوتے دیکھا۔ (روایت عزیز دین صاحبؓ سکنہ چانگریاں۔ رجسٹر روایات نمبر ۱ صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵)

حضرت شیخ غلام حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لدھیانوی۔ سیکرٹری مال انجمن احمدیہ دہلی۔ سن بیعت و سن زیارت ۱۹۰۵ء

آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ: ”مکرمی شیخ فرمان علی صاحب بی۔اے۔ انجینئر سے میں نے سنا اور ان سے مولوی فتح دین صاحب سیالکوٹیؓ نے بیان کیا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک مرتبہ حاضر ہوا۔ یہ نہایت ابتدائی زمانہ کی بات ہے۔ میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ہی کمرہ میں سوگئے۔ آدھی رات میری آنکھ کھلی تو عجیب نظارہ میں نے دیکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شدت درد کی وجہ سے ماہی

بقیہ: خطاب جلسہ سالانہ جرمنی از صفحہ اول

بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ میں سخت ڈرا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مَیں جرأت نہ کی کہ حضور کو مخاطب کر سکوں۔ حضور ایک کونے سے دوسرے کونے کی طرف لوٹتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور پھر اسی طرح واپس آجاتے ہیں۔ مَیں نے سمجھا کہ شاید درد گردہ کا دورہ ہے۔ تھوڑی دیر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سکون کی حالت طاری ہوئی اور مَیں بھی خاموش ہو کر سو رہا۔ صبح مَیں نے حضور سے ذکر کیا کہ حضور میری آنکھوں نے رات ایسا نظارہ دیکھا۔ حضور کو کچھ تکلیف تھی؟۔ حضور کچھ عرصہ خاموش رہے پھر فرمایا میاں فتح محمد! تم اس وقت جاگ رہے تھے؟ مَیں جس وقت نماز کے لئے اٹھا تو اس وقت تم سو رہے تھے اور مَیں نہیں چاہتا کہ کوئی میری اس کیفیت کو دیکھے جو درد کی وجہ سے مجھ پر طاری ہو جاتی ہے۔ اب تم نے دیکھ لیا ہے تو مجھے بتلانا پڑا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اسلام کی خستہ حالی اور پریشانی کا خیال مجھے آتا ہے تو میں بے قرار ہو جاتا ہوں اور میرے پر درد کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ (رجسٹر روایات نمبر ۱۲۔ صفحہ ۲۰۴، ۲۰۵)

ایک روایت حضرت شیخ اللہ بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ریٹائرڈ انسپکٹر ایکسائز، بنوں۔ ابن شیخ مراد بخش صاحب سکنہ بنوں (سرحد) کی ہے۔

آپ نے دسمبر ۱۹۰۵ء میں تحریری بیعت کی اور اپریل ۱۹۰۶ء میں دستی بیعت اور زیارت کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے والد صاحب کی شادی کے بعد بارہ سال تک کوئی اولاد نہ تھی۔ تب انہوں نے بڑے خشوع و خضوع سے یہ دعا کی کہ اے پروردگار! جس طرح حضرت ابراہیمؑ کو تو نے بڑھاپے میں اولاد دی تھی میری بھی دعا سن اور اولاد نرینہ عطا فرما۔ تب حضرت شیخ اللہ بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کی شادی حضرت شہزادہ عبداللطیف صاحبؓ شہید کے خاندان میں ہوئی۔

آپ بیان فرماتے ہیں کہ: "بچپن میں مجھے کوئی مذہبی تعلیم نہیں دی گئی اور چھوٹی ہی عمر میں اسکول داخل کر دیا گیا لیکن جب انٹرنس میں پہنچا"۔ بچپن میں مجھے کوئی مذہبی تعلیم نہیں دی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں سکولوں میں مذہبی تعلیم نہیں دی جاتی تھی۔ "لیکن جب میں انٹرنس میں پہنچا اور اس وقت میں اپنی عمر کے ستارھویں سال میں تھا تو قدرتاً میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ اپنے مذہب کے متعلق واقفیت حاصل کروں۔ چنانچہ میں نے ایک مُلّاں سے قرآن شریف پڑھنے کے بعد خود بخود مترجم قرآن شریف کا مطالعہ شروع کیا۔ اسی دوران میں نہ معلوم کس طرح کسی عیسائی کی ایک کتاب جس میں کسی مصری مولوی کے ساتھ مباحثہ کی صورت میں اعتراضات و جوابات درج تھے وہ میری نظر سے گزری۔ جس کے پڑھنے سے مجھے سخت دکھ ہوا کیونکہ اس میں ہر لحاظ سے مجھے حضرت عیسیٰؑ کا درجہ رسول اکرم ﷺ سے افضل نظر آنے لگا اور دل میں طرح طرح کے وساوس پیدا ہوئے۔ مگر کچھ شرم اور کچھ اپنی بے وقوفی کے باعث اس کا ذکر نہ ہی اپنے والد صاحب کے ساتھ کر سکا اور نہ ہی کسی مولوی کے ساتھ اور اس خلش کو دل ہی دل میں لئے رہا یہاں تک کہ ۱۹۰۵ء کے آخری مہینوں میں جب مَیں وانون میں ملازم تھا مجھے ڈاکٹر علم الدین صاحب گجراتی سے بدر اخبار کے کچھ پرچے دیکھنے اور حضرت مسیحؑ کی وفات کے دلائل سننے کا اتفاق ہوا اور جونہی مسیح کی وفات مجھ پر ثابت ہو گئی مَیں نے خدا کا شکر ادا کیا اور بغیر کسی مزید توقف کے فوراً حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔

اس کا علم ہونے پر والد صاحب نے کچھ ناراضگی و افسوس کا خط لکھا جس پر ان کو ان کی وہ دعا یاد کرائی گئی جو انہوں نے میری پیدائش سے پہلے کی تھی اور جس کا ذکر وہ چند بار گھر میں اس طرح کر چکے تھے کہ جب پہلے بچہ کی پیدائش کے بعد ۱۲ سال تک ہمارے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہو تو ہم نے خدا تعالیٰ کے حضور بڑی خشوع و خضوع کے ساتھ ان الفاظ میں دعا کی کہ اے ارحم الراحمین ووہاب خدا! جس طرح تو نے حضرت ابراہامؑ کی بڑھاپے میں آواز سنی اور اس کو اولاد دی، میری فریاد بھی سن اور اولاد نرینہ عطا فرما۔ چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی اور تمہاری پیدائش ہوئی۔

مَیں نے اس دعا کو یاد کراتے ہوئے لکھا یعنی اپنے والد کو ان کی دعا یاد کروائی اور لکھا کہ آپ کی دعا کی حقیقی قبولیت اب ہوئی ہے جب کہ خدا نے اپنے فضل سے مجھے ہلاکت کے گڑھے سے نجات بخش کر اپنے مامور کی غلامی کا شرف بخشا۔ غالباً ۱۹۰۶ء کے اپریل میں میری تبدیلی وانون سے اپنے وطن مالوف بنوں میں ہوئی اور اپنی نوکری پر حاضر ہونے سے قبل مَیں نے قادیان شریف میں حاضر ہو کر مسجد مبارک میں حضور کے دست مبارک پر بیعت کی۔

بیعت کے وقت کا نقشہ اور اپنے دل کی کیفیت مختصر الفاظ میں اس طرح پیش کرتا ہوں کہ ایک آزاد خیال ولا مذہب نوجوان اپنے نفس امارہ کی تمام امنگوں اور سرکشیوں کے خلاف جنگ پر آمادہ ہو کر مامور وقت کے دروازہ پر استمداد کے واسطے حاضر ہے۔ اور اس کے انتظار میں اس کی آنکھیں بے قرار ایک چھوٹی سی کھڑکی پر پیوست ہیں۔ مسجد میں بہت تھوڑے آدمی ہیں اور سب مؤدب اس پاک ہستی کی انتظار میں خاموش ہیں کہ اتنے میں اسی کھڑکی میں سے ایک مقدس وجیہ اور پر شوکت وجلال پیر مرد مسجد میں داخل ہوتا ہے اور اُدھر اس نوجوان پر لرزہ طاری ہو کر آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی جاری ہو جاتی ہے لیکن اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کیوں؟ صرف اس قدر ہوش ہے کہ حضور کا اس کھڑکی سے ورود بعینہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بدر کامل اندھیری رات میں نمودار ہو گیا جس سے سب تاریکی دور ہو گئی اور حاضرین کے چہروں پر انبساط کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اس موقع پر اکبر شاہ خان نے اپنے کچھ شعر بھی حضور کی تعریف میں سنائے جن کو حضور نے پسند فرمایا تھا۔

بیعت کے بعد دوسرے دن مَیں واپس ہو گیا کیونکہ حاضری کے دن تھوڑے تھے۔ پھر ۱۹۰۷ء کے موسم گرما میں جب والد صاحب امرتسر آئے اور بیمار تھے تو اسی بہانے ان کو قادیان لایا کہ وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الاول بہت بڑے حکیم ہیں اور حضور کے ساتھ تعارف کرا کر ان کی صحت کے واسطے عرض کی گئی۔ یہ بھی کوشش تھی کہ وہ بیعت کر لیں گے لیکن افسوس کہ والد صاحب بزرگوار اس نعمت سے محروم رہے۔ حضور نے دعا کی اور مولوی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) سے نسخہ لینے کی بھی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ نسخہ لینے کے بعد ہم واپس امرتسر چلے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بھی والد صاحب کو تسلی دینے کی غرض سے اپنے بچوں کی فوتیدگی کے حالات سنائے لیکن چونکہ والد صاحب کا دل اپنی لمبی بیماریوں کے باعث ہی بہت کمزور ہو چکا تھا ان کے آنسو جاری رہے۔ ان کو میرے پہلے بچہ کی مرگ کا سخت صدمہ تھا۔ افسوس کہ مجھے حضرت جری اللہ کا دیکھنا پھر نصیب نہ ہوا اور مجھ پر وہ دن سخت تلخ تھا جب کہ حضور کے وصال کی خبر بدر اخبار کے ذریعہ مجھے بنوں پہنچی۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد ☆ رُوئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

(رجسٹر روایات نمبر ۵ صفحہ ۹۴ تا ۹۶)

حضرت چوہدری غلام حسین صاحب بھٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
چک ۹۸ شمالی سرگودھا

۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء میں مسجد کبوتراں والی سیالکوٹ میں آپ نے تحریری بیعت کی۔ تحریری بیعت کے پندرہ دن بعد گاؤں میں طاعون پھوٹ نکلی۔ بیوی اور بیٹے محمد یار کو بخار اور پھنسیاں نکل آئیں۔ لوگوں نے مسجد سے نکال دیا کہ تم نے بیعت کی ہے اس لئے سب سے پہلے تمہاری بیوی اور بچے کو طاعون ہوئی ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام کو دعا کا خط لکھا۔ آپؑ نے لکھا استغفار کریں۔ کھلی اور صاف جگہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بیوی اور بچے دونوں کو انشاء اللہ تندرست کر دے گا۔ جواب تک زندہ ہیں۔ اس طاعون میں ۷۰ آدمی مرے۔ ایک سال کے اندر گاؤں کے ۱۳ گھر احمدی ہو گئے۔ اور سات گھر غیر احمدی رہے۔ اگست ۱۹۰۷ء میں قادیان گئے۔ دو تین دن بعد دستی بیعت کا موقع ملا۔ پہلے اُوراگاؤں ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے بعد میں ۹۸ شمالی ضلع سرگودھا چلے گئے۔ اب دیکھیں یہ سارے وہ بزرگ ہیں جن کی نسلیں اس وقت جرمنی کے اس اجتماع میں کثرت سے پھیلی ہوئی ہیں اور ان کو اپنے پرانے والدین کا تعارف ہو رہا ہے کہ کتنے بزرگ لوگ تھے جن کی اولادیں ہیں یہ۔

آپؓ بیان کرتے ہیں کہ: "۱۹۰۷ء میں مَیں قادیان گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ حضور کی دستی بیعت بھی کر لوں۔ اس وقت حضور کا لنگر میاں بشیر احمد صاحب کے مکان میں تھا۔ اور مبارک احمد کے بیمار ہونے کی وجہ سے تین دن تک حضرت صاحب باہر تشریف نہ لا سکے اور ہماری بیعت نہ ہو سکی۔ ہم نے عرض کی کہ ہم کو دو تین دن ہو گئے ہیں حضور بیعت قبول فرمائیں۔ چنانچہ حضور نے دوسری چھت پر بلایا اور دو چارپائیاں پڑی تھیں۔ ایک تو اچھا پلنگ تھا لیکن دوسری چارپائی بہت چھوٹی سی نحیف سی تھی۔ جب حضور تشریف لائے تو ہم تین آدمیوں کو تو پلنگ پر بٹھایا لیکن خود اس کمزور چارپائی پر بیٹھ گئے اور بیعت لی"۔

(روایت غلام حسین بھٹی صاحبؓ رجسٹر روایات نمبر ۱ صفحہ ۲۲، ۲۳)

روایت حضرت مولوی کرم الٰہی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ولد میاں امیر احمد صاحب سکنہ کھارا متصل قادیان

آپ قریباً ۱۸۹۰ء یا ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۸ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں داخل ہوئے اور آپ نے ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔

آپ بیان فرماتے ہیں کہ:

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم ریل میں سوار تھے حافظ نبی بخش صاحب ولد حکیم فضل الرحمان صاحب مبلغ افریقہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میری آنکھوں میں کچھ تکلیف محسوس ہوئی تو میں نے بعض ڈاکٹروں کو اپنی آنکھیں دکھائیں انہوں نے بالاتفاق کہا کہ یہ موتیابند ہے۔ میں نے حضور کے سامنے یہ بات پیش کی کہ حضور ڈاکٹر میری آنکھوں میں موتیابند بتلاتے ہیں۔ مجھے اس کے متعلق بڑی گھبراہٹ ہے۔ حضور نے اپنے انگوٹھے کو لب لگا کر میری دونوں آنکھوں کو مل دیا۔ اور فرمایا کہ اب انشاء اللہ اب آپ کی آنکھیں ٹھیک ہو جاویں گی اور آئندہ کبھی خراب نہیں ہونگی۔ چنانچہ حافظ صاحب نے بیان کیا کہ ابھی تک میری آنکھوں کو عینک کی بھی ضرورت نہیں پڑی اور میری آنکھیں ویسی ہی ہیں جیسی کہ پہلے تھیں۔ اس وقت حافظ صاحب کی عمر میرے خیال میں ساٹھ سال کی ہو گی اور یہ واقعہ ابتدائی عمر کا ہے۔

(رجسٹر روایات نمبر آٹھ۔ صفحہ ۲۵۷ تا ۲۵۹)

حضرت خواجہ غلام نبی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ چکوال ضلع جہلم

آپؓ بیان کرتے ہیں: "پہلی دفعہ خاکسار غالباً ماہ اگست ۱۹۰۷ء میں قادیان شریف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت اور تحقیق حق کے لئے آیا تھا۔ دو دن دارالامان رہنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ ان دنوں حضور کھڑکی میں سے مسجد مبارک میں تشریف

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

مسیحا اور سن ۲۰۰۰ء

(نور احمد بولستاد۔ناروے)

انسان نے ابتداء سے ہی کئی قسم کے کیلنڈر استعمال کئے ہیں۔ ہم انہیں دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک کیلنڈر کی بنیاد چاند کی گردش پر رکھی گئی ہے جو اسلامی دنیا کا کیلنڈر کہلاتا ہے۔ دوسرے کیلنڈر کی بنیاد سورج کی گردش پر رکھی گئی ہے جو مغربی دنیا کا کیلنڈر کہلاتا ہے اور عیسوی کیلنڈر کے نام سے بھی معروف ہے۔ اسے آج ساری دنیا استعمال کرتی ہے اور اس سے خوب واقف ہے۔

ان دونوں کے علاوہ ایک اور کیلنڈر بھی ہے جس کا انحصار چاند اور سورج دونوں پر ہے۔ اس کیلنڈر پر قدیم بیبلون (Babylone) اور یونانی انحصار کرتے تھے۔ بلکہ یہودی اب بھی اسے استعمال کرتے ہیں۔

یہودیوں کا بالکل اپنا کیلنڈر بھی ہے جسے Rabbi Hillel نے ترتیب دیا تھا۔ (یہ شخص سن ۳۰۰ء میں ہوا تھا)۔ ان کے مطابق سالوں کی گنتی تب سے شروع ہوتی ہے جب یہ دنیا معرض وجود میں آئی اور اس حساب سے ان کے نزدیک یہ عمل ۵/اکتوبر ۳۷۶۱ قبل مسیح ہوا تھا۔ لہذا اس کیلنڈر کے مطابق ہم آج سن ۵۷۶۰ میں جا رہے ہیں۔

چینیوں کے کیلنڈر کے مطابق ہم اس وقت سن ۴۲۷۷ء میں ہیں۔

قدیم رومنوں کے کیلنڈر کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جب روم شہر کی بنیاد رکھی گئی تھی اور یہ بنیاد دو بھائیوں Romulus اور Remus نے رکھی اور عیسوی کیلنڈر کے حساب سے وہ سال سن ۷۵۳ قبل مسیح تھا۔ اگر ہم ان دو بھائیوں کی گنتی کو اپنائیں تو ہم ان دنوں سن ۲۷۵۳ میں ہونگے۔

قیصر روم Julius Caesar نے اپنے ماہر فلکیات کو جو کہ ان دنوں اسکندریہ شہر میں رہتا تھا اور جس کا نام Sosigenes تھا ایک نیا کیلنڈر ترتیب دینے کی ذمہ داری سونپی۔ اس نے جو کیلنڈر ترتیب دیا اسے Julian Calander کے نام سے جانا اور پہچانا گیا۔

مغربی دنیا میں جو کیلنڈر ہم استعمال کر رہے ہیں یہ دراصل جولین کیلنڈر سے ہی لیا گیا ہے البتہ اس کی بنیاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر رکھ دی گئی ہے۔ اس کی ابتداء ایک راہب Dionysisus Exiguus نے سن ۵۰۰ء میں شروع کی۔ ہمیں حتمی طور پر تو معلوم نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کب پیدا ہوئے لیکن یہ بات پختہ ہے کہ Herodes بادشاہ نے سن ۴ قبل مسیح میں وفات پائی اور اگر ہم عہد نامہ جدید پر اعتبار کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ اسی بادشاہ ہیرڈز کے دور حکومت میں پیدا ہوئے۔ لہذا حضرت عیسیٰؑ مغربی دنیا میں رائج عیسوی کیلنڈر سے چار سال پہلے ہی پیدا ہو چکے تھے۔ یہ بات بڑی عجیب سی بنتی ہے۔

جولین کیلنڈر کے مطابق سال کی لمبائی یعنی عرصہ ۳۶۵ دن اور چھ گھنٹے کا ہوتا ہے اور ہر تین سال بعد جو کہ ۳۶۵ دنوں کے سال ہیں ایک لیپ (Leap) کا سال آتا ہے جو کہ ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے۔ یہاں ایک مسئلہ پیدا ہو گیا کہ جولین کیلنڈر کے حساب سے ہر سال گیارہ منٹ اور چودہ سیکنڈ لمبا ہوتا جاتا ہے۔ اور یہ فرق اس دن زیادہ خرابی پیدا کرتا ہے جو کہ ۲۱ مارچ کو ہر سال ہوتا ہے کیونکہ ۲۱ مارچ وہ دن ہے جس روز رات اور دن بالکل یکساں یعنی برابر لمبے ہیں۔ لہذا اختلاف کو ختم کرنے کے لئے ایک پوپ نے جس کا نام Pope Gregor XIII تھا نئے کیلنڈر کا نظام جاری کرنے کا حکم دیا اور اس کیلنڈر کا نام گریگورین کیلنڈر (Gregorian Calander) رکھا گیا۔ اس نے سن ۱۵۸۲ء میں رومن کیتھولک ممالک میں یہ حکم جاری کیا کہ اس سال میں دس دن کم کر دیں اور ۵/اکتوبر بروز جمعہ کو ۱۵/اکتوبر (جمعہ) لکھا جائے۔ یعنی اس نے پورے دس دن غائب کر دئے۔ مزید برآں یہ فیصلہ کیا گیا کہ لیپ کا سال (Leap Year) وہ ہوگا جو کہ ۴۰۰ کے ہندسہ پر تقسیم ہو سکے گا۔ لہذا سن ۲۰۰۰ء لیپ کا سال ہوگا جبکہ سن ۱۷۰۰ء، ۱۸۰۰ء اور ۱۹۰۰ء لیپ سال نہیں تھے۔

آخر کار سن ۱۵۸۲ء میں یہ گریگورین کیلنڈر تمام کیتھولک ممالک میں رائج کر دیا گیا۔ اس زمانے میں ڈنمارک اور ناروے لوتھرن (Lutheren) چرچ سے منسلک تھے۔ پھر بھی یہ نیا کیلنڈر سسٹم ناروے میں سن ۱۵۳۷ء میں پہنچا اور سن ۱۷۰۰ء میں ناروے اور ڈنمارک نے جولین کیلنڈر کو چھوڑ کر گریگورین کیلنڈر اپنا لیا اور اچانک ہی ۱۸/فروری کی بجائے تاریخ یکم مارچ کرنی پڑی۔

یہاں یہ بات دلچسپی سے نوٹ کرنے کے لائق ہے کہ سویڈن نے جو کہ ہمارا ہمسایہ ملک ہے اس کیلنڈر کو سن ۱۷۵۳ء میں رائج کیا۔ اسی لئے ہمارے دونوں ہمسایہ ملکوں میں پرانے سالوں کے اہم واقعات میں کچھ اختلاف ملتا ہے۔

اب بھی دنیا میں کچھ گریک آرتھوڈاکس ممالک میں جولین کیلنڈر کا استعمال ہے۔ خصوصاً مذہبی تہوار کے دنوں میں۔

اسلامی ہجری کیلنڈر میں سال کی گنتی اس مہینہ کے پہلے دن سے شروع ہوتی ہے جب حضرت رسول کریم ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت فرما گئے یعنی جس ماہ کی پہلی تاریخ کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ سال قمری سال ہے اور ۳۵۴ یا ۳۵۵ دن پر مشتمل ہے۔ یہ سال جو ہیں (یعنی اسلامی کیلنڈر کے) یہ ہر سال گیارہ سے بارہ دن تک مغربی کیلنڈر سے پیچھے چلے جاتے ہیں اور اس وقت سال ۱۴۲۱ ہجری کا ہے۔

احمدیہ مسلم کیلنڈر

جماعت احمدیہ اسلامیہ نے ایک نیا کیلنڈر روشناس کرایا ہے جس کا دارومدار سورج پر ہے اور اس کی بنیاد اُس سال پر ہے جس سال حضرت رسول کریم ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ اسے ہجری شمسی کیلنڈر کہا جاتا ہے۔ اس کا حساب رکھنا آسان ہے۔ یہ مغربی کیلنڈر سے پورے ۶۲۱ سال کم ہے۔ اس کے مہینوں کے نام اسلامی تاریخ کے اہم واقعات پر مبنی ہیں۔ اس کیلنڈر کے مطابق ہم سن ۱۳۷۹ ہجری شمسی میں ہیں۔

سورج اور چاند دونوں وقت معلوم کرنے اور کیلنڈر کے بنانے میں اہم ہیں اور مذہب اسلام میں دونوں کو اہمیت ہے۔ ملاحظہ ہوں حسب ذیل آیات قرآنی سورۃ البقرہ آیت ۱۹۰، سورۃ التوبہ آیت ۳۶، سورۃ یونس آیات ۶، ۷۔

آپ شاید سوچیں کہ میں کیلنڈر کی باتیں اتنی کیوں کر رہا ہوں اور وقت کے حساب کتاب اور وقت کی گنتی کو کیوں اہمیت دے رہا ہوں۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ ہم اس وقت سن دو ہزار عیسوی میں سے گزر رہے ہیں اور اس سن پر لوگوں کو بہت امیدیں ہیں۔ ایک امید یہ ہے کہ مسیحا بھی اسی سن میں ظاہر ہوگا۔ گزشتہ سال گرمیوں میں اخبارات میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اسرائیل کے شہروں Betlehem، Nasarat اور Jerusalam میں حکومت اور انتظامیہ کو اس بات کا شدید خدشہ ہے کہ دنیا کے مختلف عیسائی انتہا پسند لوگ ان شہروں میں اکٹھے ہونگے کیونکہ ان لوگوں کو یقین ہے کہ سن ۲۰۰۰ء میں مسیحا ان شہروں میں ظاہر ہوگا۔ حکومت اسرائیل کو یہ ڈر ہے کہ یہ عیسائی انتہا پسند جو کہ اپنا گھربار اور جائیدادیں مکان چھوڑ کر اس امید پر یہاں آئیں گے کہ مسیحا ظاہر ہوگا تو اس لحہ کیا بنے گا جب ان لوگوں کو مسیحا نہ ملے گا اور نہ وہ ظاہر ہوگا۔

حکومت کو یہ خطرہ ہے کہ یہ عیسائی لوگ ان شہروں میں خون خرابہ کریں گے اور امن برباد کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان کے خیال میں شاید اس طرح سے مسیحا ظاہر ہو جائے۔

ہزار سال کا بدلنا یا ہزار سال کا پورا ہونا کیا میں یہی بات نہیں کر رہا۔ عجیب چیز ہیں یہ ہندسے اور ان کی گنتی کرنا۔

ہزار سال اس لحہ بدلیں گے یا تبدیل ہونگے جب ہم ۳۱/دسمبر سن ۲۰۰۰ء سے یکم جنوری ۲۰۰۱ء میں داخل ہونگے۔ ہاں اس لحہ میں عیسوی کیلنڈر کے دو ہزار سال پورے ہو چکے ہونگے۔ یعنی ان لوگوں کے خیال کے مطابق جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کو دو ہزار سال ہو گئے ہیں۔ اور یکم جنوری سن ۲۰۰۱ء سے ہم تیسرے ہزار میں داخل ہونگے۔ یہ باتیں جو مَیں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں، یہی ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے فرمائی ہیں۔

پچھلی بار جب ایک ہزار سال ختم ہوا تو دنیا میں اتنا شور برپا نہیں ہوا تھا لیکن پچھلی دفعہ جب صدی بدلی تو اس پر بہت تبصرے ہوئے کیونکہ ماہرین نے یہ کہا تھا کہ صحیح بات یہ ہے کہ صدی تب بدلے گی جب ہم سن ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۱ء میں داخل ہونگے اور ناروے میں سرکاری طور پر ۳۱/دسمبر سن ۱۹۰۰ء نئی صدی کے بدلنے کا دن منایا گیا۔ اکثر ممالک میں اسی طرح ہوا لیکن جرمنی اور سویڈن اس پر متفق نہ ہوئے۔ حالانکہ اس وقت سویڈن اور ناروے کا ایک مشترکہ بادشاہ ہوتا تھا اور یہ سن ۱۸۱۴ء سے ۱۹۰۵ء تک رہا۔ ان دنوں بادشاہ کا نام King Oscar II تھا۔ وہ سٹاک ہالم میں رہتا تھا۔ اس بادشاہ کے حکم کے تحت سویڈن میں نئی صدی ناروے سے ایک سال پہلے منائی گئی۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسیحا اب آئے گا؟ ہم احمدیوں کو تو جواب معلوم ہے لیکن مَیں پھر بھی یہ سوال دہراتا ہوں اور سوال کے جواب میں پھر اور سوال بھی ابھرتے ہیں۔

مسیحا اب بھلا کیونکر آئے گا؟ اگر مسیحا نے ہزار سال کے بدلنے پر ہی آنا تھا تو دنیا میں دوسرے مروجہ کیلنڈرز کے مطابق کیوں نہ آئے گا؟ مثلاً یہودی، چینی یا اسلامی کیلنڈر کے مطابق یا احمدی مسلم کیلنڈر کے مطابق؟

ایک جواب تو یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ اس کا آنا اِس کیلنڈر کے مطابق ہو جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے لیا گیا ہے۔ لیکن اس قسم کے جواب سے اور سوال ابھرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے وقت کا صحیح علم تو کسی کو بھی نہیں۔ البتہ ایک بات پکی ہے کہ آج کل دنیا میں جو خیال حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے متعلق پایا جاتا ہے اور اس حساب سے کیلنڈر کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ درست نہیں ہے۔ یہ قیاس درست معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش غالباً (اس کیلنڈر کے حساب کے برعکس) اس سے چار سال قبل یا سات سال قبل کی ہے۔ تو پھر تو ہم حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے دو ہزار سال پورے کر چکے ہیں۔ بلکہ تیسرے ہزار سال (Millenium) میں پانچ، چھ سال پہلے سے داخل ہو چکے ہیں لیکن کیا مسیحا آئے!!؟؟

اب میری یہ باتیں کسی کے دل کی ڈھارس بنیں یا کسی کے دل کی تکلیف کا باعث بنیں کیونکہ نئے سال کے بدلنے پر بہت لوگ مایوس ہونگے اور کئی اور عیسائی فرقے جو کہ آرتھوڈاکس ہیں وہ جولین کیلنڈر کے سہارے اور بھی انتظار کریں گے۔ لیکن آخر کیا ہوگا؟ کچھ بھی نہیں۔ ہاں ان سب کی افسردگی، ناامیدی، شکوک و شبہات، دل آزاری اور مایوسی تو دکھائی دے گی لیکن مسیحا نہ دکھائی دے گا۔ اس کے نتیجہ میں کچھ لوگ تو بالکل ناامید ہو جائیں گے، کئی ایک پھر بائبل پڑھیں گے، ڈھونڈیں گے، تاریخ کے صفحات دیکھیں گے، ٹٹولیں گے لیکن مایوس لوٹیں گے۔ کوئی تدبیر کام نہ آسکے گی۔

عرصہ دراز سے یہ ہوتا چلا آیا ہے کہ لوگ

مسیح ہونے کا یا مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے رہے ہیں۔ لفظ مسیحا عبرانی زبان سے ہے اور اس کا مطلب ہے نجات دینے والا یا نجات دہندہ۔ پرانی بائبل میں اسے بادشاہ اور نبی بھی کہا گیا۔

اہل یہود پر داؤد بادشاہ (حضرت داؤدؑ) کا زمانہ عروج کا زمانہ تھا۔ انہیں یہ آس ہے کہ وہ نیا داؤد آئے گا اور اسرائیل کو عظمت ملے گی۔ وہ عظمت جو ان سے سن ۵۸۷ قبل مسیح میں بابلیون (Babylones) نے اس وقت چھین لی تھی جب یروشلم فتح ہوا۔ اس کے بعد کے دور میں کئی ایک نے مسیحا ہونے کا دعویٰ کیا۔ انہی میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اس کے علاوہ مثلاً Simon, Bar-Kochba ہے جس نے سن ۱۳۵ء میں رومیوں کو للکارا۔ یہ یروشلم پر قابض بھی رہا لیکن پھر شکست فاش کھائی۔ ایک اور یہودی جس کا نام Zabbatai Zebi تھا، نے مسیحا ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ سن ۱۶۲۶ء میں ترکی کے شہر ازمیر (Smyrna) میں پیدا ہوا۔ طالمود پڑھی اور جب سن ۱۶۴۸ء میں مسیحا کا دعویٰ کیا تو اسے Smyrna چھوڑنا پڑا۔ لیکن سن ۱۶۶۵ء میں غزہ (Gaza) میں اس کا مسیحا کے طور پر استقبال کیا گیا۔ اس شخص نے یہ بھی کہا کہ ترکی کے سلطان کو تخت حکومت چھوڑ دینا چاہئے۔ اس سے حکومت کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ یہ شخص گرفتار ہوا۔ اس کے بعد اس شخص نے اسلام قبول کر لیا، آخر اس کا انتقال البانیہ میں ۱۶۷۶ء میں Dulcigno شہر میں ہوا۔ اس کے ماننے والوں کا کہنا ہے کہ یہ شخص دوبارہ آئے گا۔

مَیں نے آپ کے سامنے ان یہودیوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے مسیحا ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہاں یہ ذکر بھی بر محل ہو گا کہ حضرت عیسیٰؑ بھی یہودی تھے، یہودیوں میں ہی پرورش پائی اور یہودی مذہب سے ہی تھے۔ (دیکھیں لوقا کی انجیل باب ۲)

ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے جب مسیحا کا دعویٰ کیا تو یہ یہود کی تعلیم کے اندر رہ کر کیا اور عہد نامہ جدید میں یہ بات کئی جگہ ملتی ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی وہ وجود ہیں جن سے عہد نامہ قدیم میں مذکور مسیح کے نزول کی پیشگوئی پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن پھر ہوا یہ کہ بہت کم یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے۔ اکثریت نے آپ کی تکذیب کی۔

اب یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ یہودیوں کی اکثریت نے حضرت عیسیٰ کو مسیحا ماننے سے انکار کیا۔ گزشتہ سال کی بات ہے کہ ایک نارویجین اخبار نے لکھا کہ اسرائیل میں اکثر یہودی اس بات کے حق میں ہیں کہ عیسائیوں کے اسرائیل میں عیسائیت کا پرچار کرنے پر پابندی لگائی جائے۔

یہود ابھی تک مسیحا کے آنے کے انتظار میں ہیں۔ سن ۱۹۹۰ء کے شروع میں ایک شخص Rabbin Zalman Schneerson کو مسیحا بنانے کی مہم چلائی گئی۔ خیال تھا کہ جنوری ۱۹۹۳ء کی آخری اتوار کو یہ کام ہو گا مگر کچھ بھی نہیں ہوا۔ یہ شخص انتقال کر چکا ہے۔

عیسائی یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ مسیحا تھے اور کہ وہ دوبارہ واپس آئیں گے۔ گزشتہ زمانہ کی طرف دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ بہت سارے عیسائیوں نے یہ یقین کر رکھا تھا کہ مسیحا دوبارہ آئے گا۔ یہاں میں کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں۔

☆...... ۱۸۳۳ء میں کیتھولک اپوسٹل (Catholic Apostle) چرچ کی بنیاد انگلستان میں رکھی گئی (ان کو انگریزی میں Irvinges کہا گیا)۔ انہوں نے ۱۸۳۵ء میں بارہ حواری چنے۔ ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ تمام دنیا میں اس نئی عیسائیت کا پرچار کریں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس Apostal Testemony کی رو سے مسیحا بالکل آنے کو ہے، یعنی وقت قریب آگیا ہے۔ انہوں نے مختلف اوقات بتائے مثلاً ۱۸۳۵ء، ۱۸۳۸ء، ۱۸۴۲ء، ۱۸۴۵ء، ۱۸۵۵ء اور سن ۱۸۷۷ء۔ جب مسیحا نہ آیا تو انہوں نے یہ تبدیلی کی کہ مسیحا تب آئے گا جب آخری حواری (Apostal) انتقال کر جائے گا۔ پھر اس میں یہ تبدیلی کی اور کہا کہ مسیحا تب آئے گا جب آخری Irvinges بھی فوت ہو جائے گا۔ پھر کیا ہوا؟ یہ آخری Irvinges بھی فوت ہوا، ساری جماعت ختم ہو گئی لیکن مسیحا کہاں چلا گیا؟ ان کے مزعومہ مسیح نے نہ آنا تھا سو وہ نہ آیا۔

☆...... پھر ۱۸۲۰ء میں ڈبلن (Dublin) اور پلیموتھ (Plymouth) میں عیسائیوں نے مسیحا کا انتظار شروع کیا اور سن ۱۸۲۸ء میں ایک جماعت قائم کی جس کا نام Plymouth Brothers یا Darby's رکھا گیا۔ یہ اب تک ہے اور مسیح کے انتظار میں ہے۔

☆...... ۱۸۳۰ء میں جرمنی کے شہر Wurtemberg میں عیسائیوں کی ایک جماعت نے مسیحا کی آمد کا اعلان کیا لیکن وہ اسے دیکھنے سے محروم رہے۔

☆...... William Miller نامی ایک شخص نے ایک جماعت Adventist کے نام سے قائم کی اور کہا کہ مسیحا ۲۱ر مارچ ۱۸۴۳ء سے ۲۱ر مارچ ۱۸۴۴ء کے درمیان ظاہر ہو گا۔ بہت سارے انتظار میں لگے رہے لیکن خالی ہاتھ اور مایوس لوٹے۔

☆...... پچھلی صدی میں بہت سارے عیسائی مسیحا کے ظاہر ہونے کے لئے آنکھیں لگائے ہوئے انتظار کرتے رہے۔ وہ تو مایوس ہوئے لیکن ہم احمدی مسلمان یہ جانتے ہیں کہ وہ صحیح انتظار میں تھے لیکن افسوس کہ جب مسیح موعودؑ ظاہر ہوا تو انہوں نے اسے نہ دیکھا۔

☆...... ۱۹۹۰ء کی دہائی میں کئی ایک عیسائی فرقے مسیحا کے ظاہر ہونے کی امید میں رہے۔ مثلاً کوریا میں اکتوبر ۱۹۹۲ء میں، پاکستان میں فروری ۱۹۹۳ء میں اور امریکہ میں فروری مارچ ۱۹۹۳ء میں۔ کوریا میں اعلان ہوا کہ مسیحا ۲۸ر اکتوبر ۱۹۹۲ء کی درمیانی رات کو ظاہر ہو گا۔ یہ دعویٰ کوریا میں Tami-Church نے کیا تھا۔ مگر کچھ بھی نہ ہوا، سوائے مایوسی کے۔

دنیا میں یہودی، عیسائی، اکثر مسلمان، ہندو، پارسی، بدھ مت، مسیحا کے انتظار میں ہیں۔ انہوں نے اس مسیحا کو مختلف نام دے رکھے ہیں۔

اب ذرا غور کریں کہ آخر کتنے مسیحا آئیں گے؟ کتنی تعداد ہو گی ان کی؟ کیا ہر مذہب کا الگ مسیحا ہو گا؟

مَیں یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ احمدیہ مسلم جماعت اس بات پر قطعی یقین رکھتی ہے کہ تمام دنیا کے مذاہب اصل میں ایک ہی مسیحا کے انتظار میں ہیں جو کہ سب کے لئے ہو گا۔ چاہے اسے مختلف ناموں سے پکاریں لیکن بطور مسیح ایک ہی آنے کو تھا اور وہ آچکا اور ہمیں اب کسی کا انتظار نہیں۔ ہاں وہ برگزیدہ مسیح جس کا انتظار تھا وہ آچکا اور اس کا نام حضرت مرزا غلام احمد ہے اور آپ قادیان (ہندوستان) میں پیدا ہوئے اور ۱۸۳۵ء سے ۱۹۰۸ء تک آپ حیات رہے۔

سن ۱۸۹۰ء میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے یہ دعویٰ کیا کہ مَیں مسیح موعود اور مہدی الزمان ہوں۔ جیسا کہ مَیں نے ابھی ابھی یہ ذکر کیا تھا کہ صرف یہودی اور عیسائی ہی نہیں جو مسیحا کے منتظر ہیں بلکہ مسلمان بھی غالب تعداد میں منتظر ہیں اور ساتھ ساتھ مسلمان یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ آخری زمانہ میں ایک امام مہدی بھی آئے گا۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے اپنے دعویٰ میں فرمایا کہ مسیح اور مہدی ایک ہی وجود کے نام ہیں۔ اور مَیں ہی وہ شخص ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔

یہودی، عیسائی، مسلمان، ہندو، پارسی، بدھ مت نیز ان کے علاوہ اور مذاہب کے لوگ بھی مسیحا کے آنے کے منتظر ہیں گو کہ انہوں نے آنے والے کو الگ الگ نام دے رکھے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۹۰۳ء میں اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں یہ تحریر فرمایا:

"اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا......... یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتا نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا"۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۶، ۶۷)

۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تحریر فرمایا تھا۔ اب سائنسی ترقی کے دور میں انسانوں کی عمریں لمبی ہو رہی ہیں لیکن ہم میں سے کوئی بھی جو آج یہاں موجود ہے تین سو سال تک زندہ نہ رہے گا۔ اگرچہ ہم خود اس زمانہ کو نہ دیکھ پائیں لیکن ہم احمدی مسلمانوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی کئی دوسری پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھا ہے اور بڑی شان سے پورا ہوتے دیکھا ہے۔ لہذا ہمیں سچا اور کامل یقین ہے کہ وہ دن ضرور آئے گا، افق پر اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں اور اسلام کی عالمگیر روحانی فتح اور غلبہ کا سورج طلوع ہو چکا ہے۔ یہ پیشگوئی لازماً حرف بحرف پوری ہو گی اور وہ دن ضرور آئے گا جب "دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا"۔

(مکرم نور احمد صاحب بولستاد خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک مخلص نارویجئن احمدی مسلمان ہیں۔ عنوان مذکورہ بالا پر آپ کے ایک مضمون کا یہ سادہ، آزاد اُردو ترجمہ مکرم مبشر احمد صاحب آف ناروے نے کیا ہے)

کفالت یتامٰی کی مبارک تحریک

جو دوست یتامٰی کی خبر گیری اور کفالت کے خواہشمند ہوں ایسے احباب سے گزارش ہے کہ وہ اپنی خواہش اور مالی وسعت کے لحاظ سے جو رقم بھی ماہوار مقرر کرنا چاہیں اس کی اطلاع دفتر کفالت یکصد یتامٰی دارالضیافت ربوہ کو دے کر اپنی رقوم "امانت یکصد یتامٰی" صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں براہ راست یا مقامی انتظام کی وساطت سے جمع کروانا شروع کر دیں۔ ایک یتیم بچے کی کفالت کا اندازہ خرچ ۵۰۰ روپے سے ایک ہزار روپے ماہوار ہے۔ اس وقت بفضل تعالیٰ ۱۲۰۰ یتامٰی کمیٹی کے زیر کفالت ہیں۔

(سیکرٹری کمیٹی یکصد یتامٰی دارالضیافت ربوہ)

دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبولیت دعا کے غیر معمولی عظمت رکھنے والے اعجازی واقعات کا روح پرور تذکرہ

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۲۲؍ستمبر ۲۰۰۰ء؍۲۲؍تبوک ۱۳۷۹ھجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔
الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔
اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔
﴿هُوَالْحَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ .فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾۔

(سورۃ المومن:٦٦)

وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اسے پکارو۔ کامل تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبولیت دعا کے جو واقعات پیش کئے جا رہے ہیں اس خطبہ میں اسی مضمون کو آگے بڑھایا جا رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اس جگہ ایک تازہ قبولیت دعا کا نمونہ جو اس سے پہلے کسی کتاب میں نہیں لکھا گیا ناظرین کے فائدہ کے لئے لکھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ مع اپنے بھائیوں کے سخت مشکلات میں پھنس گئے تھے۔ منجملہ ان کے یہ کہ وہ ولی عہد کے ماتحت رعایا کی طرح قرار دئے گئے تھے اور انہوں نے بہت کچھ کوشش کی مگر ناکام رہے اور صرف آخری کوشش یہ باقی رہی تھی کہ وہ نواب گورنر جنرل بہادر بالقابہ سے اپنی دادرسی چاہیں اور اس میں بھی کچھ امید نہ تھی کیونکہ ان کے برخلاف قطعی طور پر حکام ماتحت نے فیصلہ کر دیا تھا۔ اس طوفان غم و ہم میں جیسا کہ انسان کی فطرت میں داخل ہے انہوں نے صرف مجھ سے دعا کی ہی درخواست نہ کی بلکہ یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر خدا تعالیٰ ان پر رحم کرے اور اس عذاب سے نجات دے تو وہ تین ہزار روپیہ بعد کامیابی کے بلا توقف لنگر خانہ کی مدد کے لئے ادا کریں گے۔ چنانچہ بہت سی دعاؤں کے بعد مجھے یہ الہام ہوا کہ "اے سیف اپنا رخ اس طرف پھیر لے"۔ تب مَیں نے نواب محمد علی خان صاحب کو اس وحی الٰہی سے اطلاع دی۔ بعد اس کے خدا تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور صاحب بہادر وائسرائے کی عدالت سے ان کے مطلب اور مقصود اور مراد کے موافق حکم نافذ ہو گیا۔ تب انہوں نے بلا توقف تین ہزار روپیہ کے نوٹ جو نذر مقرر ہو چکی تھی مجھے دے دئے اور یہ ایک بڑا نشان تھا جو ظہور میں آیا"۔

(چشمۂ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۲۸،۳۲۹)

ایک اور موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان فرمایا کہ:

"دیکھو پچھلے دنوں میں مبارک احمد کو خسرہ نکلا تھا۔ اس کو اس قدر کھجلی ہوتی تھی کہ وہ پلنگ پر کھڑا ہو جاتا تھا اور بدن کی بوٹیاں توڑتا تھا۔ جب کسی بات سے فائدہ نہ ہوا تو مَیں نے سوچا کہ اب دعا کرنی چاہئے۔ مَیں نے دعا کی اور دعا سے فارغ ہی ہوا تھا کہ مَیں نے دیکھا کہ کچھ چھوٹے چھوٹے چوہوں جیسے جانور مبارک احمد کو کاٹ رہے ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ ان کو چادر میں باندھ کر باہر پھینک دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب مَیں نے بیداری میں دیکھا تو مبارک احمد کو بالکل آرام ہو گیا تھا"۔ (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۸۱۔ جدید ایڈیشن)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قبولیت دعا کا ایک اور واقعہ سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے لیا گیا ہے۔ "میر محمد اسحٰق صاحبؓ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہو گئے اور حالت بہت تشویشناک ہو گئی اور ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے متعلق دعا فرمائی تو عین دعا کرتے ہوئے خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ "سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ"۔ (بدر ۱۱؍مئی و الحکم ۱۷؍مئی ۱۹۰۵ء) یعنی تیری دعا قبول ہوئی اور خدائے رحیم و کریم اس بچے کے متعلق تجھے سلامتی کی بشارت دیتا ہے۔

چنانچہ اس کے جلد بعد حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکل توقع کے خلاف صحت یاب ہو گئے اور خدا نے اپنے مسیح کے دَم سے انہیں شفا عطا فرمائی"۔

(سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ ۲۸۶،۲۸۷)

اس الہام کا ایک حصہ ہے سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ اور یہ سورۃ یٰسین کی وہ آیت ہے جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ نیک لوگوں کی وفات کے وقت جب تلاوت ہو رہی ہو تو اس آیت پر ان کا دم ٹوٹتا ہے۔ چنانچہ اس بات کا مَیں بھی گواہ ہوں۔ حضرت میر صاحب کی شدید علالت کے وقت سب اکٹھے ہوئے تھے اور آپ نزع کی حالت میں تھے۔ سورۃ یٰسین کی تلاوت جاری تھی۔ عین اس وقت جب سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ کی آیت تلاوت کی گئی آپؓ کا دم نکل گیا۔ تو الہام کو دیکھیں کس شان کے ساتھ بار بار پورا ہوتا ہے۔ کہاں وہ وقت ان کی بیماری کا، بچپن کا اور کہاں وفات کا وقت۔

ایک روایت میاں فیض علی صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ مسجد کپورتھلہ حاجی ولی اللہ غیر احمدی لاولد نے بنائی تھی۔ اس کے دو برادرزادے تھے۔ انہوں نے حبیب الرحمٰن صاحب کو مسجد کا متولی فرمایا اور رجسٹری کرا دی۔ متولّی مسجد احمدی ہو گیا۔ جب جماعت احمدیہ کو علیحدہ نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ غیر احمدیوں نے حکام بالا اور رؤسائے شہر کے ایماء سے مسجد پر جبراً قبضہ کر لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہم کو حکم دیا کہ اپنے حقوق کو چھوڑنا گناہ ہے۔ عدالت میں چارہ جوئی کرو۔ اس حکم کے ماتحت ہم نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ یہ مقدمہ سات برس تک چلتا رہا۔ ان ایام میں جماعت احمدیہ اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرتی تھی۔ خاکسار ہمیشہ حضور کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ حضور دہلی سے قادیان واپس آ رہے تھے کہ لدھیانہ میں حضور کا لیکچر ہوا۔ لیکچر سننے کے لئے خاکسار اور منشی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم لدھیانہ گئے۔ لیکچر ختم ہونے پر خاکسار نے مسجد کپورتھلہ کے واسطے دعا کی درخواست کی۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ "یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے تو مسجد تمہارے پاس واپس آ جائے گی"۔

اب یہ بھی خاص وقت کی نکلی ہوئی باتیں اولیاء اللہ اور انبیاء کی بعینہٖ کس طرح پوری شان سے پوری ہوتی ہیں۔ اس کی تفصیل سنئے،

"یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے تو مسجد تمہارے پاس واپس آ جائے گی"۔ اس وقت چہرہ مبارک پر ایک جلال رونما تھا۔ اس پیشگوئی کو سن کر بہت خوشی ہوئی جس کا اظہار اخباروں میں بھی ہو گیا۔ مَیں نے تحریر و تقریر میں ہر ایک مدعا علیہ سے اس پیشگوئی کا اظہار کر دیا اور مَیں نے تحدی کے ساتھ مدعا علیہم پر حجت تمام کر دی کہ اپنی ہر ممکن کوشش کر لو۔ اگرچہ حکام بھی غیر احمدی ہیں جن پر تم سب کو بھروسہ ہے مگر مسجد ضرور ہمارے پاس واپس آئے گی۔ میرے اصرار پر ڈاکٹر شفاعت احمد کپورتھلہ نے وعدہ کیا کہ اگر مسجد تمہارے پاس واپس چلی گئی تو میں مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لے آؤں گا۔ مَیں ایک مرتبہ ضرورتاً لاہور گیا اور جمعہ ادا کرنے احمدیہ مسجد میں چلا گیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب سے اس پیشگوئی کا ذکر آ گیا۔ انہوں نے کہا کہ منبر پر چڑھ کر سب کو سنا دو۔ میں نے مفصّل حال اور یہ پیشگوئی احباب کو سنا دی تاکہ پیشگوئی پورا ہونے پر جماعت کو تقویتِ ایمان کا باعث ہو۔ پہلی اور دوسری دو عدالتوں میں باوجود مدعا علیہم کی کوشش و سعی کے مقدمہ احمدیوں کے حق میں ہوا۔ ڈاکٹر صادق علی ان ہر دو حکام کا معالج خاص تھا۔ اور اس نے بڑی کوشش کی آخر اس کی اپیل

آخری عدالت میں دائر ہوئی۔ یہ حاکم غیر احمدی تھا۔ مقدمہ پیش ہونے پر اس نے حکم دے دیا کہ یہ مسجد غیر احمدی کی بنائی ہوئی ہے اس لئے اس مسجد میں احمدیوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ احمدی جماعت نے جدید نبی کے دعویٰ کو قبول کر لیا ہے۔ اس لئے وہ اپنی مسجد علیحدہ بنائیں۔ پرسوں مَیں حکم لکھ کر فیصلہ سناؤں گا۔ ڈاکٹر شفاعت احمد نے مجھ سے کہا: کہو صاحب! مرزا صاحب کی پیشگوئی کہاں گئی۔ مسجد کا فیصلہ تو تم نے سن لیا۔ مَیں نے اس کو جواب دیا کہ شفاعت احمد ابھی دو تین روز درمیان میں ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان احکم الحاکمین کی ہستی ہے۔ اس بات کا انتظار کرو کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔ یاد رکھو زمین و آسمان ٹل جائیں گے مگر خدا کی جو باتیں مسیح موعودؑ کی زبان سے نکل چکی ہیں وہ نہیں ٹلیں گی۔ میری اس تحدی سے وہ حیرت زدہ ہو گیا۔ رات کو

حبیب الرحمٰن متولّی مسجد نے خواب میں دیکھا اور جماعت کو وہ خواب بھی سنایا کہ یہ حاکم ہماری مسجد کا فیصلہ نہیں کرے گا۔ اس کا فیصلہ کرنے والا اور حاکم ہے۔ یہ خواب بھی مدعا علیہم کو سنا دی گئی۔ مدعا علیہم ہماری ان باتوں سے حیرت زدہ ہو جاتے تھے کیونکہ فیصلہ میں دو روز باقی تھے اور حاکم اپنا فیصلہ ظاہر کر چکا تھا۔ ایک احمدی کہتا ہے زمین و آسمان ٹل جائیں گے مگر مسیح موعودؑ کی پیشگوئی پوری ہو کر رہے گی۔ دوسرا کہتا ہے یہ حاکم فیصلہ نہیں کرے گا، وہ اور ہے جو فیصلہ کرے گا۔ مقررہ دن آ گیا مگر حاکم فیصلہ نہ لکھ سکا۔ دوسری تاریخ ڈال دی اور ہر پیشی پر خدا ایسے اسباب پیدا کر دیتا رہا کہ وہ حاکم فیصلہ نہ لکھ سکا۔ اس سے مخالفوں میں مایوسی پیدا ہو گئی کہ کہیں پیشگوئی پوری نہ ہو جائے۔ اسی اثنا میں عبدالسمیع احمدی نے ایک رؤیا دیکھا جو اس وقت قادیان میں موجود ہے کہ میں بازار میں جا رہا ہوں۔ راستہ میں ایک شخص مجھے ملا اور اس نے کہا کہ تمہاری مسجد کا فیصلہ کرنے والا حاکم فوت ہو گیا ہے۔ یہ خواب بھی مخالفوں کو سنا دی گئی۔ ایک ہفتہ کے بعد عبدالسمیع مذکور بازار میں جا رہا تھا کہ اسی موقع پر وہ شخص جس نے خواب میں کہا تھا کہ تمہاری مسجد کا فیصلہ کرنے والا حاکم فوت ہو گیا ہے ان کو ملا اور اس نے حاکم کی موت کی خبر دی۔

حاکم کی موت کا واقعہ یوں ہوا کہ حاکم کھانا کھا کر کچہری جانے کے واسطے تیار کر رہا تھا۔ سواری آ گئی تھی۔ خدمت گار کسی کام کے لئے باورچی خانے میں گیا ہی تھا کہ دفعتاً حرکتِ قلب بند ہوئی اور وہ حاکم وہیں فوت ہو گیا۔ اس کے ماتم پر لوگ عام گفتگو کرتے تھے کہ اب ہمارے پاس مسجد کے رہنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

اب دیکھیں اس سے بھی عظیم الشان واقعہ یہ ہوا کہ اس کے بعد ایک آریہ حاکم فیصلہ کے لئے مقرر ہوا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شدید دشمن تھا اور وہ بھی مخالفوں کی طرف ہی مائل تھا۔ آخر وکلاء کی بحث کے بعد یہ بات قرار پائی کہ کسی انگریزی علاقہ کے بیرسٹر سے فیصلہ کی رائے لی جائے۔ پچاس روپیہ فریقین سے فیس کے لئے گئے اور اس حاکم نے اپنے قریبی رشتہ دار آریہ بیرسٹر کے پاس مشورہ کے واسطے مِسل بھیج دی۔ اس جگہ بھی غیر احمدیوں نے بیحد کوششیں کیں۔ اور یہ بات قابل غور ہے کہ مقدمہ میں کس طرح پیچ در پیچ پڑتے چلے جا رہے تھے۔ ہاں عدالت ابتدائی کے دوران میں ایک احمدی نے خواب دیکھا تھا کہ ایک مکان بنایا جا رہا ہے۔ اس کی چاروں طرف کی دیواریں غیر احمدیوں کے واسطے تعمیر کی گئی ہیں مگر چھت صرف احمدیوں کے واسطے ڈالی گئی ہے جس کے سایہ میں وہ رہیں گے۔ جس سے مراد یہ تھی کہ گو مِسل کا فیصلہ غیر احمدیوں کے حق میں لکھا جا رہا ہے لیکن جب حکم سنانے کا موقع آئے گا تو مسجد احمدیوں کو دے دی جائے گی اور یہی ہوا۔ جس طرح کوئی بالا طاقت قلم کو روک دیتی ہے اور بے اختیار حاکم کے قلم سے احمدیوں کے حق میں فیصلہ لکھا دیتی ہے اور ہر ایک عدالت میں یہی بات ہوئی۔

مَیں نے بھی خواب دیکھا کہ آسمان پر ہماری مِسل پیش ہوئی اور ہمارے حق میں فیصلہ ہوا۔ میں نے اپنا یہ خواب وکیل کو بتا دیا۔ وہ مِسل دیکھنے کے لئے عدالت گیا۔ اس نے آ کر کہا کہ تمہارا خواب بڑا عجیب ہے کہ فیصلہ ہو گیا ہے حالانکہ بیرسٹر کے پاس ابھی مِسل بھیجی بھی نہیں گئی۔ مَیں نے اس سے کہا کہ ایک سب سے بڑا حاکم ہے اس کی عدالت سے فیصلہ ہو گیا ہے۔ یہ دنیا کی عدالتیں اس کے خلاف نہیں جا سکیں گی۔ آخر اس آریہ بیرسٹر نے احمدیوں کے حق میں فیصلہ کی رائے دی اور مِسل واپس آ گئی اور حکم سنا دیا گیا۔ ہمارے وکیل نے کہا کہ ظاہری صورت میں ہم حیران تھے کہ کس طرح مسجد تم کو مل سکتی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے ساتھ خدا کی امداد ہے تبھی تمہیں مسجد مل گئی۔ لیکن افسوس ہے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر بھی شفاعت احمد ایمان نہ لایا"۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم صفحہ ۳۸۳ تا ۳۸۹)

صفت احیاءِ موتی کی تجلّی کے ضمن میں حضرت مرزا خدا بخش صاحبؓ یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ "قریب دو سال کا عرصہ ہوا کہ برخوردار عطاء الرحمٰن جو عاجز کا اس وقت اکلوتا بیٹا تھا...... ہمارے کسی گناہ کی شامت سے وہ اچانک ایک ایسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو گیا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں رہی تھی۔...... اس کے ہاتھ پاؤں کی نبض ساکت ہو چکی تھی جسم بے حس و حرکت اور سرد ہو چکا تھا اور صرف گلے میں ایک آخری سانس جو نزع کے وقت غرغرہ کی آواز کی سی ہوتی ہے باقی رہ گئی تھی، آنکھیں اندر گھس گئی تھیں اور سفید نکل آئی تھیں اور حلقے چشم کے سیاہ ہو گئے تھے۔ یہ حالت زار دیکھ کر اس کی والدہ پر رنج و غم سے غشی طاری ہو گئی تھی اور دانت دانت سے مل گئے تھے اور ہاتھ پاؤں اور جسم بھی سرد ہو گیا تھا۔ مستورات کو بچہ کی موت کا خیال تو جاتا رہا، اب اس کی ماں کی موت کا فکر ہو گیا۔ حضرت اماں جانؓ جن کو اس عاجز کی اہلیہ سے خاص انس و محبت ہے، اس نظارہ کو برداشت نہ کر کے روتی ہوئی حضرت اقدسؑ کی خدمت میں گئیں اور فرمایا کہ عطاء الرحمٰن تو مر چکا ہے لیکن اس کی ماں اس سے بھی پہلے مرتی نظر آتی ہے، کوئی صورت کرنی چاہئے جس سے وہ بچ جائے۔ حضرت اقدسؑ کو اس حادثہ جانکاہ سے سخت صدمہ پہنچا۔ اُسی وقت دعا میں مصروف ہوئے۔ ابھی سجدہ میں تھے کہ بچہ نے آنکھ کھول دی۔ اس پر مستورات کا حوصلہ بڑھا اور جھٹ اس کی ماں کے پاؤں ملنے اور عرق گلاب چھڑکنا شروع کیا اور دانت کھولنے کی بڑی کوشش کی گئی۔ بڑی دیر کے بعد انہوں نے آنکھ کھولی۔ غرض اس مصیبت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کی دعا سے دونوں ماں بیٹے کی جان از سر نو بخشی۔

("عسل مصفّٰی"۔ طبع اول۔ صفحہ ۷۹۳)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

"حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا ایک دستی خط جو اسی نوٹ بک پر انہوں نے غالباً لاہور کے احمدی احباب کے نام پنسل سے لکھا تھا وہ یہ تھا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مَیں کئی روز بہت بیمار رہا، صحت خراب ہو گئی ہے۔ تین روز ہوئے بشیر محمود کو سخت بخار ہوا۔ فرمایا: مَیں نے دعا کرنے کا ارادہ کیا تو میرے دل میں آیا کہ آپ (مجھے مخاطب کر کے فرمایا) بیمار ہیں اور مولوی نورالدین صاحب بھی بیمار ہیں۔ پھر تینوں کے لئے دعا کی۔ الہام ہوا "لِلْاَتْبَاعِ وَالْاَوْلَادِ" یعنی تیری اولاد اور تیرے پیروؤں کے حق میں تیری دعا سنی گئی"۔

(ذکر حبیب مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ صفحہ ۲۳۸)

اور اس طرح وہ تینوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفایاب ہوئے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

"شیخ نور احمد صاحب ڈاکٹر کا بیٹا سخت بیمار ہو گیا۔ اُمّ الصِّبیان کا دورہ ہو گیا۔ حالت یاس کی پیدا ہو گئی۔ حضرت نے دعا کی، الہام ہوا "اِنَّ اللّٰہَ ذُوْالْمِنَنْ"۔ لڑکا اچھا ہو گیا۔ شیخ صاحب کو مبارکباد دے دیں۔ برادران ایسا رحیم، دعا گو اور شفیع دنیا میں کوئی اور بھی ہے؟ مبارک ہے وہ جو اس کے فتراک سے وابستہ ہو"۔

(ذکر حبیب مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ صفحہ ۲۳۸)

کاٹھی کے پیچھے جو ایک فیتہ ہوتا ہے جس میں شکار لٹکایا جاتا ہے اس کو فتراک کہتے ہیں۔

روایت میاں میراں بخش صاحبؓ ولد میاں رسول بخش صاحب سیالکوٹ: ہم جلسہ پر قادیان گئے تھے وہاں جا کر بیعت کی۔ حضور فرمایا کرتے تھے کہ یہاں بار بار آیا کرو۔ یہ مسیح کا زمانہ ہے جس کی لوگ انتظار کرتے تھے۔ یہ پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔

ایک دفعہ مَیں سخت بیمار ہو گیا تھا یہاں تک کہ صرف پنجر رہ گیا تھا۔ مَیں نے حضور کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ حضور کی طرف سے جواب آیا کہ دعا کی گئی اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔ اس کے بعد مَیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھا ہو گیا۔ حالانکہ بڑے بڑے لائق حکیم لاعلاج سمجھ چکے تھے اور علاج بند کر دیا تھا۔ (رجسٹر روایات نمبر ۱۰ صفحہ ۱۵۸)

ایک روایت حضرت چوہدری احمد دین صاحب وکیل گجرات کی ہے:

"میاں غلام محمد صاحب کو ایک عصبی درد اٹھا کرتا تھا جو سر سے ہو کر آنکھ کے پاس سے گزرتا ہوا بعض ڈاڑھوں سے ہو کر ٹھوڑی تک پہنچتا تھا اور درد کے وقت ان کی حالت یہ ہو جاتی تھی کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے وہ سر اور آنکھ اور ٹھوڑی کو بوجہ شدت تکلیف کے دبا کر گردن کو نیچے جھکا لیتے تھے اور دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کو نہایت ہی سخت تکلیف ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس بیماری کا کئی جگہ سے علاج کرایا۔ جہاں جہاں بھی انہوں نے طبیبوں اور ڈاکٹروں سے علاج کرایا کہیں سے بھی افاقہ کی صورت نہ ہو سکی۔ چنانچہ اس تکلیف میں سالہا سال گزر گئے۔ انہوں نے اس کے متعلق یہ بھی ذکر کیا کہ اس بیماری کا ڈاکٹروں اور طبیبوں کو کچھ بھی پتہ نہیں لگ سکا کہ یہ کیا بیماری ہے اور اس کا سبب کیا ہے؟ آخر ایک دن مَیں نے انہیں کہا کہ اگر آپ قادیان چلیں تو وہاں حضرت

Earlsfield Properties

Landlords & landladies

Guaranteed rent

your properties are urgently required

Tel: 020-8265-6000

مولانا نورالدین صاحبؓ سے بھی علاج کروا کر دیکھیں۔ شاید فائدہ ہو جائے اور حضرت اقدس سے بھی دعا کرائیں۔ چنانچہ وہ قادیان میں گئے۔ میں وہاں موجود تھا۔ وہ کچھ عرصہ تک حضرت مولوی صاحب سے دوائی لے کر استعمال کرتے رہے لیکن ان کو کچھ افاقہ نہ ہوا۔ ایک دن مَیں نے ایک پنجابی نظم لکھ کر جو میاں غلام محمد صاحب کی طرف سے تھی اور بغرض درخواست دعا تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور اس وقت پیش کی جبکہ حضور سیر سے واپس تشریف لائے۔ اور سیڑھیوں پر چڑھ کر دروازے کے ساتھ کے چھوٹے صحن میں داخل ہوئے جس سے آگے مکان والا دروازہ ہے۔ جب حضرت اقدس نے دروازے کے اندر دو تین ہی قدم اٹھائے ہونگے کہ ہم دونوں حضور کے آگے پیش ہوگئے۔ اور وہ رقعہ درخواست دعا والا پیش کر دیا۔ اس کا آخری شعر جو میاں غلام محمد کی طرف سے مَیں نے لکھا تھا وہ اب تک مجھے یاد ہے اور میاں غلام محمد صاحب مرحوم بھی زندگی بھر اس شعر کو پڑھا کرتے تھے۔ وہ شعر یہ ہے ؎

نام غلام محمد میرا مَیں تیریاں وچ غلاماں
بھر کے نظر کرم دی مَیں وَل تکیں پاک اماما

اس شعر کو پڑھ کر حضور نے ان کی طرف مخاطب کر کے فرمایا۔ آپ کا نام غلام محمد ہے؟ پھر میری طرف توجہ فرما کر فرمایا کہ یہ نظم آپ نے لکھی ہے؟ میں نے عرض کیا حضور مَیں نے ہی لکھی ہے۔ حضور نے میاں غلام محمد کی طرف اچھی طرح سے بنظر شفقت دیکھا اور فرمایا کہ ہم دعا کریں گے۔ اس کے بعد ہم نیچے اتر آئے اور غلام محمد کو اسی وقت سے افاقہ ہو گیا اور اس کی تکلیف رفع دفع ہو گئی اور پھر عرصہ دراز تک اس تکلیف نے عود نہ کیا۔ یہ مسیحائی اعجاز بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانہائے برکت و صداقت سے ہے۔ (رجسٹر روایات نمبر ۱۰ صفحہ ۷۲،۷۳)

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس نے اپنے ایک مضمون میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعجازی شفا کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا کہ:-

"آج دمشق میں سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میری والدہ صاحبہ سیدہ بیگم کی بیعت کا باعث یہ ہوا کہ والد صاحب نے پہلے پوشیدہ طور پر بیعت کی ہوئی تھی اور کسی کو اپنی بیعت کی خبر نہیں دی۔ انہی ایام میں جبکہ وہ بیعت کر کے آئے ہوئے تھے۔ والدہ صاحبہ مرض سل سے بیمار تھیں اور پانچ چھ مہینے کے اندر آپ کی حالت دگرگوں ہو گئی تھی۔

یاد رکھیں اُس زمانہ میں سِل کا کوئی علاج نہیں ہوا کرتا تھا۔ آج کل تو کئی دوائیں ایجاد ہو چکی ہیں لیکن اُس زمانے میں کوئی علاج نہیں تھا۔

آخری رات مایوسی کی وہ تھی جبکہ والد صاحب سیالکوٹ کسی شہادت پر گئے ہوئے تھے اور والدہ صاحبہ بیماری سے اس قدر لاچار ہو گئیں کہ چارپائی سے اٹھنا بھی محال تھا۔ اور مجھے یاد ہے کہ ایک رات جبکہ ہم سمجھتے تھے کہ آج آخری رات ہے۔ ہم سب بہن بھائی چارپائی کے اردگرد کھڑے رو رہے تھے۔ جب گیارہ بارہ بجے کے قریب میں سونے کے کمرے میں گیا تو مجھے یقین تھا کہ صبح والدہ صاحبہ کو زندہ نہیں پائیں گے۔ جب صبح ہوئی تو میں حضرت والدہ صاحبہ کے پاس گیا تو آپ کو اطمینان کی حالت میں پایا۔ دیکھ کر ہمیں نہایت ہی تعجب ہوا کہ وہ بخار ہے نہ کھانسی ہے نہ بلغم ہے۔ آپ نے ہم کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں صحت یاب ہو جاؤں گی اور اس بیماری سے فوت نہیں ہوں گی۔ اور اس پر اپنا اس رات کا خواب سنایا کہ میں نے آج رات حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا ہے کہ بہت سی مخلوقات ہے اور سب طرف لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضرت مہدیؑ تشریف لے آئے۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک شخص کثیر التعداد آدمیوں کے ساتھ چلے آ رہے ہیں اور ان کے اوپر دو شخصوں نے دائیں بائیں سے چتر تانا ہوا ہے۔ والدہ صاحبہ نے یہ سن کر کہ یہ مہدی ہیں اپنی انگلی سے ان کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا کہ اگر آپ مہدی موعود ہیں تو میرے لئے دعا کریں کہ میں شفا پا جاؤں۔ اس پر حضرت مہدی نے ایک آبخورہ میں پانی دم کر کے ایک چھوٹے سے بچے کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ یہ پی لو شفا ہو جائے گی اور یہ شفا اس بات کی علامت ہو گی کہ جس کا انتظار کیا جاتا ہے، وہ آ گیا ہے۔ فرمانے لگے کہ اس خواب کے بعد جب میری آنکھ کھلی ہے تو تمام بیماری کے آثار میں تخفیف پاتی ہوں اور اس وقت سے چند ہفتے کے اندر ہی آپ کو شفا ہو گئی۔ وہ دن جب باہر نکل کر چلی ہیں، ہمارے لئے عید کا دن تھا۔

والد صاحب کو جب انہوں نے اپنا خواب سنایا تو والد صاحب نے کہا کہ وہ مہدی فی الحقیقت آ گئے ہیں اور اُسی وقت ایک رقعہ میں یہ خواب لکھ کر ایک میرے ماموں زاد بھائی کے ہاتھ قادیان کی طرف بھیج دیا۔ چنانچہ حضورؑ نے دعا کی اور والد صاحب کو لکھ بھیجا کہ میں نے دعا کی ہے، انشاء اللہ شفا ہو جائے گی۔

حضرت والدہ صاحبہ نے اس خط میں ہی اپنی بیعت کر لی تھی۔ شفا ہونے کے بعد خواب میں حضرت مسیح موعودؑ کو دوبارہ دیکھا۔ (الحکم ۲۸؍جولائی ۱۹۳۸ء)

روایت حضرت مولوی غلام نبی صاحب سابق مدرس مدرسہ احمدیہ:

"جب کہ قادیان میں طاعون پڑی۔ مَیں بھی بموجب حکم اپنی بیمار بیوی کو باہر لے گیا تھا۔ اور بیوی ایسی بیمار ہوئی کہ اس کی زندگی صرف چھاتی کے سانس سے معلوم ہوتی تھی۔ باقی دھڑ مُردہ ہو چکا تھا۔ بازار میں سوم راج، بھگت راج اور اچھر ملے جنہوں نے شبعہ چنتک اخبار نکالا تھا۔ اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو۔ میں نے کہا میری بیوی طاعون سے بیمار ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذاق سے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس نے تو لکھا ہے کہ میں نے کشتی بنائی ہے تم اس میں کیوں نہ بیٹھ گئے۔ مَیں نے کہا کہ ہم تو کشتی میں ہی بیٹھے ہیں مگر تم وہ مٹیرے بناؤ جو نوح کے وقت مخالفوں نے بنائے تھے اور ان میں بیٹھنے والے غرق ہوئے۔ سو جب حضور سے بیماری کا ذکر کیا تو حضور نے مجھے سیڑھیوں میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم بیماری والے گھر سے آئے ہو۔ مَیں نے حضور سے بھگت رام وغیرہ کی بات کا ذکر کیا۔ حضور نے فرمایا دیکھو مسیح مُردے زندہ کرتا تھا لیکن وہ حقیقی مُردے نہ ہوتے تھے۔ وہ اسی قسم کے تھے جو اس وقت ہماری جماعت میں ہیں۔ ایک ٹھیکیدار کی بیوی اور دوسرے محمد دین۔ (ماسٹر محمد دین جو اس وقت طالبعلم تھے اور آج کل ۱۹۳۳ء میں ہیڈ ماسٹر ہائی سکول ہیں) جب میں دوا لے کر آیا تو اس وقت بیوی بیہوش تھی۔ اس بے ہوشی میں دو بجے تک رہی اور حضور نے دوا دیتے وقت فرمایا کہ ہم بھی دعا کرتے ہیں تم بھی دعا کرو۔ دوائی سفید رنگ کی مسور کے دانوں کے برابر تھی۔ ۲ بجے رات کو مجھے آواز آئی کہ "خطرہ نہ کرو" اور بیوی نے ہوش میں آ کر کہا "جی مجھے پانی دو"۔ میں نے دوائی بید مشک کے عرق کے ساتھ بیوی کو کھلا دی۔ قریباً تین بجے ہونگے جبکہ بیوی نے کہا کہ مجھے اٹھاؤ۔ جب بٹھایا اور مَیں نے گھر میں ہی نماز پڑھی اور قرآن شریف لے کر نکلا تھا کہ آواز آئی کہ ٹھیکیدار باہر آؤ۔ سوم راج، اچھر اور ملاوامل کا نواسہ مر گئے ہیں ان کو جلانے کے لئے لکڑی دو۔

(رجسٹر روایات نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۴،۲۸۵)

روایت حضرت میاں رحمت اللہ صاحبؓ سکنہ طغل والہ حال ریتی چھلہ قادیان:-

"میری چھوٹی ہمشیرہ کو طاعون ہو گئی جو کہ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ موجود ہے۔ دو دن بالکل بول نہ سکی۔ تیسرے یوم کچھ ہوش آیا۔ اشارہ سے کہا کہ مجھے خواب آیا ہے مسیح موعود علیہ السلام ہمارے گھر میں آئے ہیں۔ میرے بدن پر پھونک ماری ہے۔ میں اسی وقت قادیان پہنچ گیا۔ سارا حال حضرت کو سنایا۔ حضور نے فرمایا کہ بس اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا۔ گھبرانے کی بات نہیں۔ مجھے ہدایت فرمائی کہ طغل والہ سے ان دنوں میں قادیان نہ آویں اور میں آپ کے لئے اور آپ کے گھر کے لئے دعا کروں گا۔ دعا کے لئے ہدایت فرمائی کہ یہ دعا کثرت سے پڑھا کرو رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ اور استغفار اور یہ دعا بِسْمِ اللّٰهِ هُوَالْكَافِي ، بِسْمِ اللّٰهِ هُوَالشَّافِيْ ، بِسْمِ اللّٰهِ اشْفِنِيْ اور درود شریف۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے مجھے انہی دنوں کے لئے سکھائی تھی۔ (رجسٹر روایات نمبر ۸)

روایت حضرت میاں گوہر دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد میاں بھاگو قادر آباد (نواں پنڈ) متصل قادیان:-

"مرزا سلطان احمد کی بستی میں ایک نوجوان کو طاعون کی مرض ہوئی۔ تب خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور میں آ کر عرض کی کہ حضور ہمارے گاؤں میں طاعون آ گئی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جا کر چھت پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کر دو کہ لوگو! تین گھنٹہ کے اندر اندر میرے ساتھ ایک مہینہ کی رسد لے کر اور اپنا تمام سامان وغیرہ لے کر گاؤں سے باہر جا کر ڈیرہ لگانے کے لئے جو میرے ساتھ آئے گا وہ تو میرے ساتھ رہے گا اور جو اس کے بعد آئے گا اس کو ہرگز پاس نہ رہنے دینا۔ چنانچہ مَیں نے ایسا ہی کیا اور میرے ساتھ کُل ایک گھر سے آدمی شریک ہوئے اور باقی لوگوں نے ضد کی۔ آخر وہ بھی چند دنوں کے بعد گاؤں سے باہر رہائش اختیار کرنے کے لئے نکلے تو مَیں نے کسی کو بھی پاس نہ رہنے دیا۔ انہوں نے علیحدہ ڈیرہ رکھا۔ میرے گھر کا اور میرے ساتھ نکلنے والوں کا کوئی آدمی بھی نہیں مرا، نہ بیمار ہوا۔ باقی گاؤں کا گاؤں ہی قریباً تباہ ہو گیا۔ کچھ تو مر گئے اور بہت سارے بیمار پڑے تھے۔ صرف تین آدمی تندرست تھے۔ میرے کہنے پر انہوں نے خواہش کی کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور جا کر دعا کراتے ہیں۔ چنانچہ میں ان تینوں کو ساتھ لے کر آیا اور حضور کو مسجد اقصیٰ کی سیڑھیوں پر ملا اور ان شخصوں کا ذکر کیا۔ حضور نے ان تینوں شخصوں کو اپنے پاس بلوایا اور ان سے فرمایا کہ میں اب تو دعا کرتا ہوں اور انشاء اللہ خدا تعالیٰ قبول فرمائے گا، پر سچے دل

fozman foods
BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TEL: 020 - 8553 3611

سے مسلمان ہو جاؤ تا کہ اس عذاب سے بچ جاؤ۔ اس کے بعد وہ خود محفوظ رہ گئے اور ان کے گھر کے آدمی جو بیمار پڑے تھے بغیر کسی دوائی کے اسی دن سے ہی تندرست ہونے شروع ہو گئے ...."۔

(رجسٹر روایات نمبر ۸)

روایت حضرت چوہدری فضل محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دکاندار ہرسیاں والے مہاجر قادیان:۔

"ایک دفعہ حضور سیر کے واسطے باہر گئے اور میں بھی ساتھ تھا۔ جب واپس تشریف لائے اور اندر گھر میں داخل ہونے لگے تو میں نے جھٹ آگے ہو کر عرض کی کہ حضور میں نے سنا ہے کہ پہلے زمانہ میں بزرگ اگر کسی کو کچھ تکلیف ہوتی تھی تو اس پر وہ اپنے منہ کی لعاب لگا دیا کرتے تھے تو اس کو شفا ہو جاتی تھی۔ میری آنکھوں پر ہمیشہ پھنسیاں نکلتی رہتی ہیں۔ اس پر حضور مسکرا پڑے اور کچھ پڑھ کر آنکھوں پر دم کیا۔ اس روز سے آج تک پینتیس برس گزر گئے میری آنکھ پر کبھی پھنسی نہیں ہوئی بلکہ میری آنکھیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی دُکھنے ہی نہیں آئیں، الحمد للہ۔ (رجسٹر روایات نمبر ۱۴)

آپ مزید بیان فرماتے ہیں:

"میں نے دیکھا کہ حضور میری طرف متوجہ ہیں تو میں نے موقعہ پاکر عرض کی کہ حضور میری بائیں ران پر ایک گلٹی ہے اور بہت مدت سے ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ کسی وقت تکلیف نہ دے۔ اس وقت حضور کی زبان مبارک سے نکلا "تکلیف نہیں دے گی آرام آجائے گا"۔ اس پر ایک دوائی کا نام لیا جو مجھے یاد نہ رہا۔ اس کے کچھ دن بعد اس گلٹی میں درد ہونی شروع ہوئی۔ مجھے خیال آیا کہ حضور نے جو دوائی بتلائی تھی اس کا نام بھی بھول گیا ہوں۔ حیران تھا کہ کیا کروں۔ اتنے میں دو تین دن کے بعد وہ گلٹی اوپر سے کھل گئی اور پھٹ کر باہر نکل آئی اور دو تین دن کے بعد زخم صاف ہو گیا"۔

(رجسٹر روایات نمبر ۱۴)

حضرت شیخ محمد حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد غلام رسول صاحب پنشنر سب جج اسلامیہ پارک لاہور بیان کرتے ہیں:

"میری بیعت ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء کی ہے۔ میں نے حضور کو بیعت سے پہلے بھی دیکھا اور بیعت کے بعد آپ کی زیارت کرتا رہا۔ آپ کے جنازہ پر بھی موجود تھا۔ حالات درج ذیل ہیں۔

ایک دفعہ حضور اقدس غالباً جنوری کا مہینہ تھا۔ سن یاد نہیں۔ میاں چراغ الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد میاں محمد حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرہم عیسیٰ کے مکان پر رات کے وقت ٹھہرے ہوئے تھے۔ رات دس بجے کے قریب کا وقت تھا۔ اس سال بارش نہیں ہوئی تھی۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ حضور دعا کریں کہ بارش ہو کیونکہ بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے قحط کے آثار نظر آرہے ہیں۔ حضور نے دعا کی، نہ کوئی جواب دیا اور باتیں ہوتی رہیں۔ پھر اسی نے یا کسی اور نے بارش کے لئے دعا کو کہا مگر پھر بھی حضور نے کوئی توجہ نہ کی۔ کچھ دیر کے بعد پھر تیسری دفعہ پھر کسی نے دعا کے لئے کہا تو حضور نے ہاتھ اٹھائے۔ اس وقت چاند کی روشنی ہو رہی تھی اور آسمان بالکل صاف تھا، بادل کا نام نشان نہ تھا۔ یونہی کہ حضور نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ایک چھوٹی سی بدلی نمودار ہوئی اور بارش کی بوندیں پڑنی شروع ہو گئیں۔ ادھر حضور نے دعا ختم کی بارش بند ہو گئی۔ بارش صرف چند منٹ ہی ہوئی اور آسمان صاف ہو گیا۔ یہ واقعہ میری موجودگی میں ہوا"۔

(روایت حضرت شیخ محمد حسین صاحبؓ رجسٹر روایات نمبر ۱ صفحہ ۱۶۲)

یہ جو بارش کا واقعہ انہوں نے بیان فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں اس وقت سب پر موسلا دھار بارش مقدر نہیں تھی۔ صرف ان کو یہ دکھانے کے لئے کہ دعا قبول ہو جاتی ہے یہ معجزہ دکھایا گیا۔

حضرت محمد علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد حسین بخش صاحب آف لاہور بیان کرتے ہیں: "جن دنوں میں حضور کے دست مبارک پر مَیں نے بیعت کی ان دنوں میں مَیں تھیئٹریکل کمپنی میں ملازم تھا۔ بیعت کے چند روز کے بعد مَیں نے حضور سے عرض کی کہ حضور مجھے اس ملازمت سے کراہت سی پیدا ہو گئی ہے اس لئے میرا ارادہ ملازمت چھوڑنے کا ہے۔ فرمایا ہرگز نہ چھوڑنا۔ روزگار منجانب اللہ ہوتا ہے۔ آپ کے لئے دعا کی جائے گی۔ حضور کی استجابت دعا کا یہ حال تھا کہ تھوڑے عرصہ کے بعد مجھے تھیئٹر سے پرنٹنگ پریس میں بدل دیا گیا۔ کیونکہ خاکسار کمپوزیٹر کے کام سے واقف تھا۔ اور تھیئٹر بھی سرکاری تھا اور پریس بھی سرکاری۔ یہ واقع ریاست جموں کا ہے"۔

(روایت حضرت محمد علی صاحبؓ رجسٹر روایات نمبر ۱ صفحہ ۱۵۷)

حضرت نور محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد صالح محمد صاحب کھوکھر، امیر پور ضلع ملتان بیان کرتے ہیں:

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حاجی محمد کملانہ پر قتل کا مقدمہ بن گیا۔ حاجی محمد صاحب نے میرے بھائی کو حضور کی خدمت میں دعا کے لئے روانہ کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ جب تک حضور آپ کو رخصت نہ کریں اس وقت تک وہیں رہیں۔ اور ہر روز دعا کی درخواست کرتے رہیں۔ میرا بھائی ایک ماہ سے زائد دن قادیان رہا اور روزانہ دعا کی درخواست کرتا رہا۔ جس دن حاجی محمد کملانہ سکنہ بستی وریام ضلع جھنگ مقدمہ سے بری ہوا اسی روز حضور نے میرے بھائی کو اجازت فرمائی اور وہ حاجی محمد صاحب کے بری ہونے کے دن قادیان سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے۔ یہ ہے حضور کی دعاؤں کا نتیجہ اور حضور کی باطنی صفائی کہ ایک ماہ سے زائد میرا بھائی قادیان رہا مگر حضور نے حاجی محمد صاحب کے بری ہونے کے روز تک رخصت نہ فرمایا"۔

(روایت حضرت نور محمد صاحبؓ رجسٹر روایات نمبر ۱ صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱)

حضرت حکیم اللہ دتا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد نظام الدین صاحب بیان کرتے ہیں:

"میر عابد علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدوملہی کے رہنے والے تھے انہوں نے بیان کیا کہ حضور لاہور تشریف لے گئے تھے۔ میرا ایک دوست جس کا نام سرفراز خان تھا اس نے کہا کہ تمہارا جو مسیح ہے ان کے پاس میرے لئے دعا کی درخواست کرنا کہ خدا تعالیٰ مجھ کو ہدایت دے۔ حضور اس وقت لاہور میں تھے اور ٹہل رہے تھے تو مَیں نے عرض کیا کہ سرفراز خان کے لئے دعا کی جاوے۔ حضور نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ جس وقت حضور نے دعا کی اسی وقت اس نے بیعت کے لئے خط ڈال دیا۔ میر عابد علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے گاؤں کو گئے تو کہا کہ مَیں نے تیرے لئے حضور کی خدمت میں دعا کی درخواست کی تھی۔ سرفراز خان نے کہا کہ مَیں نے گھڑی رکھ کر خط بیعت لکھا تھا اور شاہ صاحب نے کہا کہ عین اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تیرے لئے دعا فرمائی تھی"۔ (روایت حضرت حکیم اللہ دتا صاحبؓ رجسٹر روایات نمبر ۱ صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵)

مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اےؓ نے کہا کہ: "میرا دادا جسے لوگ عام طور پر خلیفہ کہتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سخت مخالف تھا اور آپ کے حق میں بہت بدزبانی کیا کرتا تھا۔ اور والد صاحب کو بہت تنگ کیا کرتا تھا۔ والد صاحب نے اس سے تنگ آکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دعا کے لئے خط لکھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا جواب گیا کہ ہم نے دعا کی ہے۔ والد صاحب نے یہ خط تمام محلّہ والوں کو دکھا دیا اور کہا کہ حضرت صاحب نے دعا کی ہے اب دیکھ لینا خلیفہ گالیاں نہیں دے گا۔ دوسرے تیسرے دن جمعہ تھا۔ ہمارا دادا حسب دستور غیر احمدیوں کے ساتھ جمعہ پڑھنے گیا مگر وہاں سے واپس آکر غیر معمولی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق خاموش رہا۔ حالانکہ اس کی عادت تھی کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر گھر آنے کے بعد خصوصاً گالیاں دیا کرتا تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم آج مرزا صاحب کے متعلق خاموش کیوں ہو؟ اس نے کہا کسی کے متعلق بدزبانی کرنے سے کیا حاصل ہے اور مولوی نے تو آج جمعہ میں وعظ کیا ہے کہ کوئی شخص اپنی جگہ کیسا ہی برا ہو ہمیں بدزبانی نہیں کرنی چاہئے۔ لوگوں نے کہا اچھا یہ بات ہے؟ ہمیشہ تو تم گالیاں دیتے تھے اور آج تمہارا یہ خیال ہو گیا ہے۔ بلکہ اصل میں بات یہ ہے کہ بابو (میرے والد صاحب کو لوگ بابو کہا کرتے تھے) کل ہی ایک خط دکھا رہا تھا کہ قادیان سے آیا ہے اور کہتا تھا کہ اب خلیفہ گالی نہیں دے گا۔ مولوی رحیم بخش صاحب کہتے ہیں کہ اس کے بعد باوجود کئی دفعہ مخالفوں کے بھڑکانے کے میرے دادا نے کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بدزبانی نہیں کی اور کبھی میرے والد صاحب کو احمدیت کی وجہ سے تنگ نہیں کیا"۔ (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۶۵۔ روایت نمبر ۸۰)

ایک اور واقعہ: "ایک دفعہ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام چہل قدمی سے واپس آکر اپنے مکان میں داخل ہو رہے تھے کسی سائل نے دور سے سوال کیا مگر اس وقت ملنے والوں کی آوازوں میں اُس سائل کی آواز گم ہو کر رہ گئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندر چلے گئے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد جب لوگوں کی آوازوں سے دور ہو جانے کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کے کانوں میں اس سائل کی دُکھ بھری آواز کی گونج اٹھی تو آپ نے باہر آکر پوچھا کہ ایک سائل نے سوال کیا تھا وہ کہاں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو اسی وقت یہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے بعد آپ اندرون خانہ تشریف لے گئے مگر دل بے چین تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ پر اسی سائل کی پھر آواز آئی اور آپ لپک کر باہر آئے اور اس کے ہاتھ پر کچھ رقم رکھ دی اور ساتھ ہی فرمایا کہ میری طبیعت اس سائل کی وجہ سے بے چین تھی اور مَیں نے دعا بھی کی تھی کہ خدا اُسے واپس لائے"۔

(سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ ۷۲، ۷۳)

روایت حضرت ملک برکت علی صاحب ولد ملک وزیر بخش صاحب:

"ایک دفعہ جب کہ مَیں بھوچرا بنگلہ نہر لوئر جہلم ضلع سرگودھا میں تھا کہ ایک سب ڈویژنل افسر مسٹر ہاورڈ میرے خلاف ہو گیا۔ مَیں نے حضرت اقدس کی خدمت میں دعا کے لئے درخواست کی۔ حضور کی طرف سے ایک کارڈ پر جواب آیا کہ "دعا کی ہے، اللہ تعالیٰ رحم کرے گا"۔ اتفاق سے یہ خط ایک شخص پُرسرام کے ہاتھ آگیا اور اس نے پڑھ لیا۔ اس نے مجھے آکر کہا کہ مقدمہ آپ کے حق میں ہو گیا ہے اور آپ بری ہو گئے ہیں۔ مَیں حیران ہوا اور پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہوا۔ اس نے وہ کارڈ مجھے دیا اور کہا اس پر لکھا ہوا ہے۔ مَیں نے اسے پڑھا اور کہا یہاں تو یہ نہیں لکھا کہ آپ بری ہو گئے ہیں ۔ وہ بولا کہ اتنے بڑے خدا کے بندے نے آپ

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

لجنہ کی روحِ رواں تھیں سیّدہ اُمِّ متین رض

اُمِّ متین حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ رحمہا اللہ کا ذکر خیر

(امتہ اللطیف خورشید ۔ سابق ایڈیٹر مصباح ۔ حال مقیم کینیڈا)

اس عاجزہ کو محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۵۰ سال تک لجنہ کے کام کرنے کا موقعہ ملا جن میں سے ۴۴ سال تک اُمِّ متین حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مرحومہ مغفورہ کے زیر سایہ اور آپ کی راہنمائی میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے مختلف عہدوں پر رہ کر خدمت کی توفیق ملی اور اس طرح آپ کے خصائل حسنہ اور اوصاف جمیلہ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ میرا مجموعی تاثر جو دل و دماغ پر گہرے نقوش چھوڑ گیا ہے یہ ہے کہ:

آپ فرشتہ خصلت، دعاگو اور سراپا شفقت و محبت تھیں مگر ساتھ ساتھ خداداد رعب اور وقار بھی تھا۔ نہایت جوہر شناس تھیں کام کرنے والوں سے کام کرانے کا خاص ملکہ رکھتی تھیں جس کی وجہ سے آپ کے ساتھ کام کر کے کوئی تھکن اور بوجھ محسوس نہ ہوتا تھا۔ بلکہ آپ کے ساتھ کام کر کے خوشی محسوس ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جن کو بھی آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا آج وہ جہاں بھی ہیں اپنے اپنے رنگ میں خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔ آپ بہت معمور الاوقات تھیں اور انتہائی محنت کرنے کی عادی تھیں۔ عفو و درگزر سے کام لینا بھی آپ کی ایک خاص صفت تھی۔ بلاامتیاز سب کی خوشیوں اور غموں میں شریک ہوتی تھیں۔ دوسرے کی رائے کو بھی توجہ سے سنتی تھیں۔ پردے کی پابندی کرتیں اور کراتی تھیں۔ خلفاء کا خاص احترام کرتیں اور ان کی تحریکات کو کامیاب کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھیں۔ لین دین بہت صاف ستھرا تھا۔ دوسروں کی دلداری کرنے کا ایک خاص انداز تھا۔ غرض آپ بہت سے غیر معمولی اوصاف کی مالک تھیں اور آپ کی یہی خوبیاں تھیں جو آپ کے ساتھ کام کرنے والوں کے دل موہ لیا کرتی تھیں۔

اپنے عظیم شوہر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی طرح اور ان کی خواہش کے عین مطابق آپ میں بھی تمام قائدانہ صلاحیتیں موجود تھیں جن سے کام لے کر آپ عمر بھر احمدی خواتین کی جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں راہنمائی کرتی رہیں۔

آپ نے ۵۵ سال کے طویل عرصہ تک پہلے لجنہ اماء اللہ کی جنرل سیکرٹری کے طور پر اور پھر صدر لجنہ مرکزیہ کی حیثیت سے نہایت محنت اور جانفشانی سے لجنہ کے پودے کی ایسی آبیاری فرمائی کہ اب اس کی شاخیں دنیا بھر میں پھیل چکی ہیں اور نہایت مضبوط جڑوں کے ساتھ استوار ہو چکی ہیں۔ الحمد للہ۔

اب میں حضرت چھوٹی آپا صاحبہ مرحومہ مغفورہ کے ان اوصاف کے بارہ میں کچھ تفصیل سے عرض کرتی ہوں۔

خاندانی حالات

آپ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ محترمہ حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے چچا تھے۔ یہ دونوں گھرانے ایسے تھے جن میں شریعت کی پابندی کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ ان دونوں گھرانوں میں ایسا میل جول تھا کہ ایک ہی گھر معلوم ہوتا تھا۔ اس ماحول میں جو بچے پلے اور پھلے پھولے ان میں ایک ہی لگن اور تڑپ تھی یعنی دین کا کام اور جماعت کی خدمت۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے جب محلہ دارالفتوح قادیان میں مکان بنوایا اور وہاں رہائش اختیار کی تو عاجزہ اس محلہ کی لجنہ کی سیکرٹری تھی۔ حضرت میر صاحبؓ کی بیٹی محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ اہلیہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان میری کلاس فیلو تھیں۔ اس لئے آپ کے گھر جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے گھر کا رہن سہن بہت سادہ تھا۔ لباس میں سادگی تھی، پردے کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا تھا۔ حضرت چھوٹی آپا جب شادی ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی حرم بن کر آئیں تو وہاں ماشاء اللہ بہت بڑی فیملی تھی۔ آپ نے اپنے اخلاق سے سب کا دل موہ لیا۔ بڑوں کی عزت کی، بچوں سے پیار کیا۔ بڑے اور چھوٹے سب آپ سے خوش تھے۔ آپ کی نندیں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ آپ سے بہت محبت اور پیار کرتیں۔ قادیان میں حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے ساتھ آپ کی رہائش تھی۔ آپ کے گھر بہت سے رشتہ دار آتے جاتے رہتے جن کا کھلے دل سے استقبال اور مہمان نوازی کرتیں۔ عمدہ کھانے پکواتیں عزیزوں کے گھروں میں بھجواتیں۔ ربوہ کے ابتدائی دنوں میں حالات کی مجبوری کی وجہ سے لوگ قربانی نہیں کر سکتے تھے۔ آپ عید کی نماز کے بعد بہت جلدی قربانی کروا کر گوشت تقسیم کرواتیں تاکہ لوگ جلد از جلد عید کا کھانا پکا سکیں۔ آپ کو فکر ہوتا کہ بازار سے بھی گوشت دستیاب نہیں ہوگا۔ اس لئے تقسیم کروانے میں جلدی کرتیں۔ بعض خاص کھانے پکوا کر عزیز و اقارب کے گھروں میں بھجواتیں۔ موسم کے مطابق مہمان نوازی کرتیں۔ آپ کی دو والدہ تھیں محترمہ شوکت سلطان صاحبہؓ حضرت میر صاحبؓ کی بڑی بیگم تھیں، ان سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ آپ کی حقیقی والدہ کا نام حضرت امتہ اللطیف صاحبہؓ تھا جو حضرت مرزا محمد شفیع صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دختر تھیں انہی سے حضرت ڈاکٹر صاحبؓ کی ساری اولاد ہوئی۔ دونوں بیویوں میں سگی بہنوں جیسا تعلق تھا۔ گھر کا ہر کام باہمی مشورہ سے کرتیں۔ اولاد کی نگرانی اور تعلیم و تربیت بھی دونوں مل کر کرتیں بلکہ بڑی بیگم سے اولاد کو زیادہ پیار ملتا تھا۔ سب انہیں چھوٹی اماں کہتے تھے۔ یہی نام بعد میں سارے خاندان میں مشہور ہو گیا۔ ساری اولاد بھی ان کا بہت خیال رکھتی تھی۔ آخری علالت میں حضرت چھوٹی آپا صاحبہ انہیں اپنے گھر ہی لے آئی تھیں۔ جہاں آپ کو ان کی خدمت اور تیمارداری کی بہت توفیق ملی۔ آپ کی والدہ محترمہ امتہ اللطیف صاحبہ نے اپنے خاوند کی وفات کے بعد عزت نفس کا بہت خیال رکھا اور وقار کے ساتھ اپنی زندگی گزاری۔ ان کی زندگی حضرت میر صاحبؓ کے ان اشعار کے عین مطابق تھی جو انہوں نے بطور وصیت لکھے تھے۔

وقار اپنا بنا رکھنا نہ ضائع جائے خودداری
کوئی کہنے نہ پائے کہ ہے آفت میں بے چاری
خدا محفوظ ہی رکھے خوشامد سے لجاجت سے
مطاعن سے مصائب سے نہ آئے پیش دشواری

حضرت میر صاحبؓ نے فرمایا تھا کہ میری بچیوں کی شادیاں خلیفہ وقت کے اذن سے کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ والدہ کی وفات کے بعد بحیثیت بڑی بہن، بہن بھائیوں کا ہر طرح سے خیال رکھنے کا حق ادا کیا۔ آپ کے بہن بھائیوں نے بھی آپ کو بہت عزت اور احترام کا مقام دیا۔

حضور کی دوسری بیویوں سے بہنوں کی طرح سلوک تھا اور ان کے بچوں سے بھی بہت پیار کیا۔ آپ کی ایک ہی بیٹی سیدہ امتہ المتین صاحبہ ہیں جو محترم میر محمود احمد صاحب ناصر، پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ کی اہلیہ ہیں۔ حضور کی ساری اولاد آپ کو اپنی مشفق اور مہربان ماں سمجھتی تھی۔ سب بچوں نے آپ سے پیار لیا۔ اپنے مسائل بتائے، آپ سے سفارشیں کروا کر اپنی ماؤں اور اپنے باپ (حضور) سے بھی منواتے۔ جب بچے شادی شدہ ہو گئے تو اگلی پود بھی اپنے مسائل حل کروانے کے لئے مشورہ اور دعا کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی۔ آپ بھی اپنے نواسے نواسیوں، پوتے پوتیوں سے بہت پیار کرتیں۔ ہر کوئی آپ سے خوش تھا۔ سب کو تحائف دیتیں، بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھتیں۔ نماز کی پابندی، قرآن مجید کی تعلیم اور بڑوں کا ادب کرنا سکھاتیں۔ گھر کے چھوٹے موٹے کام بھی بچوں سے کرواتیں۔ آپ کی اس خاص تربیت سے صرف آپ کے بچوں نے ہی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ جماعت کے مرد، عورتیں اور بچے بھی اپنی ضرورت کے مطابق ان کے فیض سے حصہ پاتے۔ اور خدا کا شکر ادا کرتے۔ بہت سی لڑکیوں نے آپ کے گھر رہ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ آپ ان کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتی تھیں۔

بچوں کی تربیت

آپ بچوں کی تربیت کس طرح کیا کرتی تھیں؟ اس سلسلے میں مجھے ایک واقعہ یاد آیا ہے۔ ایک دفعہ آپ کے نواسے عزیز فرخ نے جو اس وقت چار سال کے تھے، شرارت کرتے ہوئے ایک بچے کو چٹکی کاٹی۔ آپ نے فوراً فرخ کو دو تین بار چٹکی کاٹی اور پھر اسے فرمایا جس طرح تمہیں چٹکی کی درد ہوئی ہے اسی طرح اس بچے کو بھی درد ہوئی ہے جسے تم نے چٹکی کاٹی۔ آئندہ کبھی ایسی غلط حرکت نہ کرنا۔

مَیں سوچتی ہوں اگر کوئی اور ماں ہوتی تو اس معمولی شرارت کو کوئی اہمیت نہ دیتی مگر آپ نے نہ صرف عزیز فرخ کو بلکہ ہم دیکھنے والوں کو بھی ایک سبق دے دیا کہ کس طرح بچوں کی تربیت کرنی چاہئے۔

حضرت مصلح موعود رض کی ایک دلی خواہش

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دلی خواہش اور تڑپ تھی کہ حضور کے حرم میں ایک ایسا وجود ہو جو اعلیٰ دینی اور دنیوی تعلیم سے مزین ہونے کے بعد حضور کی زیر ہدایت احمدی خواتین کی قیادت کے فرائض سرانجام دے سکے۔ چنانچہ جب حضرت سیدہ امتہ الحئیؓ کی وفات ہوئی تو حضور نے فرمایا:

"میں نے جو ان سے شادی کی تو اس وقت میری نیت بطور احسان کے یہ تھی کہ ان کے ذریعہ بآسانی عورتوں میں تعلیم دے سکوں گا"۔

(تاریخ لجنہ، جلد اول زیر اہتمام لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۴۳)

حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ سے نکاح کے موقع پر بھی حضور نے فرمایا:

"میری توجہ اس طرف مائل ہوئی کہ عورتوں میں اعلیٰ تعلیم کو رواج دینے اور ان میں سلسلہ کی روح پیدا کرنے کے لئے کسی ایسی لڑکی سے شادی کروں جو تعلیم یافتہ ہو اور جسے مَیں صرف تربیت دے کر تعلیمی کام کرنے کے قابل بنا سکوں۔

(تاریخ لجنہ، جلد اول، ایضاً صفحہ ۱۲۵)

حضرت سیدہ اُمّ طاہر نے حضور کی خواہش کے مطابق لجنہ کے لئے بہت قربانی دی، انتھک محنت کی، بہت کام کیا اور کروایا۔ مگر افسوس کہ ان کو بہت مختصر زندگی ملی۔ ان کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو حضور کی اس دیرینہ خواہش کو پورا کرنے کی توفیق دی۔ شادی کے بعد اپنی تمام مصروفیات کے باوجود ایف۔اے، بی۔اے اور پھر ایم۔اے۔ تک اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اور پھر اپنے آپ کو سلسلہ کی خدمت اور احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت اور ان کی علمی اور تعلیمی ترقی کے لئے ہمیشہ وقف رکھا۔

آپ کی دینی مصروفیات

آپ جماعت کی خواتین کے مسائل حضور کی خدمت میں پیش کر کے حضور سے مناسب ہدایات لیتیں۔ دفتری ڈاک اور حضور کی تقاریر کے نوٹس بھی لیتیں۔ چونکہ دن میں بہت مصروف ہوتی

تھیں اس لئے حضور زات کو قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر لکھواتے تھے اور اکثر اسی مصروفیت میں صبح ہو جاتی تھی۔ آپ کی لکھائی اور قلم دونوں خوبصورت ہوتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ لکھنے کے باوجود آپ کی لکھائی میں یکسانیت اور خوبصورتی قائم رہتی اور کبھی کوئی ایسا لفظ نہ ہوتا جو پڑھا نہ جاسکے۔ لمبی سے لمبی تقریریں جو خود آپ اپنے لئے لکھتی تھیں وہ اکثر بیس سے پچیس صفحات پر مشتمل ہوتیں۔ ان میں کبھی کانٹ چھانٹ یا دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ جب حضور کی علالت لمبی ہو گئی اور طبیعت کمزور ہو گئی تو پھر حضرت چھوٹی آپا جانؓ کی ذمہ داریوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ لجنہ اماء اللہ کے کاموں کے ساتھ حضور کے دفتری کاموں میں حضور کی مدد کرتیں۔ ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق حضور کی تیمارداری کرتیں۔ کثرت سے عیادت کے لئے آنے والے افراد جماعت اور رشتہ داروں کی تعداد بڑھ گئی تھی ان سے ملاقاتیں کرواتیں اور مہمان نوازی بھی کرتیں۔ بیرون از ربوہ دورہ جات اور لجنہ کے ضروری جلسوں پر بھی جاتیں۔ آپ حضرت سیدہ مہر آپا مرحومہ کے تعاون سے یہ سب ذمہ داریاں ادا کرتیں۔

خلفاء کا احترام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہی لجنہ کی تنظیم کے بانی تھے۔ اس تنظیم کے جو تقاضے اصولی طور پر ہوتے ہیں ان کے مطابق آپ حضور سے لائحہ عمل اور ضروری کاموں کی منظوری کے لئے باقاعدگی سے تحریری اجازت لیتی تھیں۔ باوجود اس کے کہ آپ کو حضور کی قربت حاصل تھی لیکن کام کے اصول کو ہمیشہ مدنظر رکھتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد آپ کے دو بیٹے یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے۔ آپ نے ان دونوں کا بیحد احترام کیا۔ لجنہ کے اور دیگر سب دینی اور دنیاوی کاموں میں ان کا مشورہ اور اجازت حاصل کرتی تھیں۔

میری ایک پرانی یاد

میری عمر آٹھ سال کی تھی جبکہ مَیں نے نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور بہت خوش تھی کہ آج میں کسی خاص شادی میں جا رہی ہوں۔ یہ آپ کی شادی کی مبارک تقریب تھی۔ وہ گھر بھی آج تک یاد ہے جہاں سے آپ رخصت ہوئی تھیں۔

پھر ۱۹۴۲ء میں لجنہ کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس حضرت سیدہ ام طاہرؓ کے گھر ہونے والا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت سیدہ اُمّ طاہرؓ نے مجھے فرمایا کہ "جاؤ لطیف مریم صدیقہ کو بلا لاؤ"۔

سب کے گھر ساتھ ساتھ ہی تھے۔ مَیں آپ کو بلا لائی۔ حضرت چھوٹی آپا جان نے ایک رپورٹ پڑھی جو بہت آہستہ آواز میں تھی۔ یہ آپ کا رپورٹ پڑھنے کا پہلا موقع تھا۔ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ اپنی عادت کے مطابق کہہ رہی تھیں یہ آواز بہت اونچی ہو جائے گی۔ چنانچہ واقعی وہ آواز نہ صرف اونچی ہوئی بلکہ ہر جلسہ اور اجتماع میں چھا جاتی تھی۔ آپ نے ابھی کام شروع ہی کیا تھا کہ لجنہ کی اس وقت کی روح رواں حضرت سیدہ اُمّ طاہرؓ علیل ہو کر وفات پا گئیں اور سب ذمہ داری آپ پر پڑ گئی۔

لباس اور عادات

خلیفہ وقت کی بیوی ہونے کی وجہ سے آپ کی ذمہ داریاں اور مصروفیات بہت زیادہ تھیں جس کی وجہ سے آپ کو لباس اور کپڑوں کی طرف توجہ دینے کا بہت کم موقعہ ملتا تھا۔ ویسے بھی آپ کی عادات میں بہت سادگی تھی۔ قادیان اور ربوہ کے ابتدائی زمانہ میں شادیوں اور خوشی کی تقریبات میں برقعہ پہنے شرکت کی جاتی تھی۔ اس لئے کپڑوں وغیرہ کا اہتمام کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ پھر ہدایت کی گئی کہ اگر پردہ کا اچھا انتظام ہو (کیونکہ شادی کے موقعہ پر پردہ کا زیادہ خیال نہیں رکھا جاتا) تو اچھا لباس پہنا اور برقع اتار دیا جائے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شادیوں میں خاص طور پر بہت اچھے کپڑے اور زیور پہنتی تھیں۔ کئی بار مجھے بتایا کہ یہ کپڑے اور زیور پرانے ہیں اور مجھے خاندان کے فلاں بزرگ نے تحفۃً دیئے تھے۔ اپنے ایک بچے کی شادی پر جہاں تک مجھے یاد ہے اپنی بیٹی صاحبزادی امۃ المتین کی شادی پر سرخ رنگ کی ساڑھی پہنی تھی۔ آپ کو اپنی بیٹی سے بہت پیار تھا اور آپ کی بیٹی نے بھی آپ کی آخری علالت میں خدمت اور تیمارداری کا حق ادا کر دیا۔

ایک دفعہ پاکستان کے مختلف مقامات پر لجنہ کے زیر انتظام سیرت النبیؐ کے جلسے منعقد ہونے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ لاہور، فیصل آباد، گوجرانوالہ، راولپنڈی اور سرگودھا وغیرہ میں جلسے ہوئے۔ ان میں آپ نے بطور مہمان خصوصی خطاب فرمایا۔ ان موقعوں پر آپ نے فیروزی رنگ کے ایک ہی کپڑے پہنے۔

میں نے عرض کیا چھوٹی آپا کیا آپ نے یہ کپڑے مکہ مدینہ سے خاص طور پر منگوائے ہیں کہ سیرت النبیؐ کے ہر جلسہ میں آپ نے یہی کپڑے پہنے ہیں۔ آپ نے ہنس کر فرمایا مجھے تو یہ خیال ہی نہیں کہ مَیں نے ہر جگہ ایک ہی کپڑے پہنے ہیں۔

آپ خدا کے فضل سے کھانے پکانے، نٹنگ وغیرہ میں بہت ماہر تھیں۔ لیکن عام طور پر کھانا گھر میں سادہ ہوتا تھا۔ مہمانوں کے لئے ان کی پسند کا خیال فرماتیں۔ ہم تاریخ لجنہ کے کاموں کے سلسلہ میں آپ کے گھر جاتیں تو کئی بار ہمارے لئے ہماری پسند کی چیز پکواتیں۔

آپ کی ڈاک

آپ سے تعلق رکھنے والوں اور ملنے ملانے والوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ جماعتی لحاظ سے اور لجنہ کے متعلق اپنے عزیز و اقارب کی طرف سے پاکستان اور بیرونی ممالک سے بکثرت آپ کو خطوط ملتے تھے۔ آپ کی ذاتی ڈاک بہت زیادہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ سب خطوط کے باقاعدگی اور التزام کے ساتھ اپنے ہاتھ سے لکھ کر جواب دیا کرتی تھیں۔ اس لئے لوگ بڑے شوق کے ساتھ آپ کو خط لکھتے اور جواب آنے پر بہت خوش ہوتے تھے۔ اتنے زیادہ خطوط کا اپنے ہاتھ سے جواب دینے کی اس طرح کی کوئی اور مثال بہت کم ملتی ہے۔ آپ کی ڈاک ہر مسئلہ کے متعلق ہوتی۔ لوگ اپنے لئے، اپنے بچوں کے لئے، پھر رشتوں کے لئے مشورہ طلب کرتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ پھر تعلیمی مشورے اور باہمی اختلافات غرض آپ کی ڈاک ہر طرح کے مسائل پر مشتمل ہوتی۔ آپ بڑے پیار اور محبت سے تمام خطوط کا جواب دیتیں۔ بچوں اور عزیزوں کی خیریت دریافت کرتیں اور انہیں پیار و سلام لکھتیں۔ جماعت کی اور لجنہ کی نئی خبروں کا ذکر کرتیں اور پھر اپنے لئے دعا کا بھی ضرور لکھتیں۔ لجنہ کی ڈاک کے جو جواب لکھواتیں وہ بھی اتنے اچھے ہوتے تھے کہ کبھی کسی لفظ کو بدلنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

آپ کی انکساری کا ایک خاص واقعہ

مَیں آپ کی ایک خاص خوبی بیان کرتی ہوں۔ وہ یہ کہ اپنے بلند مقام کے باوجود آپ اتنی انکساری سے کام لیا کرتی تھیں کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا۔ جب دسمبر ۱۹۸۶ء میں میرا کینیڈا آنے کا پروگرام بنا تو اس وقت میرا یہی خیال تھا کہ مَیں کچھ عرصہ وہاں رہ کر واپس آ جاؤں گی اور پھر پہلے کی طرح آپ کے زیر سایہ مجھے کام کرنے کی توفیق مل جائے گی۔ لیکن آپ کو بخوبی اندازہ تھا کہ اتنی دور بچوں کے پاس جا کر جلد واپس آنا مشکل ہو گا۔ آپ نے ازراہ شفقت لجنہ اماء اللہ کی مجلس مشاورت میں بہت پیارے انداز میں عاجزہ کے کام کا ذکر فرمایا اور پھر سفر کے لئے دعا کی تحریک فرمائی۔

جب میں آپ کے گھر آخری دفعہ سلام کے لئے حاضر ہوئی اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد واپسی کے لئے کھڑی ہوئی تو آپ بھی کھڑی ہو گئیں اور مجھے گلے لگا لیا اور پھر فرمایا:

"لطیف! جب ایک لمبے عرصہ تک اکٹھے کام کیا جائے تو بعض اوقات کوئی غلط فہمی یا ناگوار بات بھی ہو جاتی ہے، معاف کر دینا"۔

میں یہ سن کر سکتہ میں آ گئی اور سخت شرمندہ ہوئی کہ جو بات مجھے کہنی چاہئے تھی وہ آپ نے کہہ دی۔ کجا آپ کی بزرگی اور آپ کا بلند مقام اور کجا یہ حقیر عاجزہ جس سے خدا جانے کتنی غلطیاں سرزد ہوئی ہونگی۔ آپ کے اس فقرہ میں ہمارے لئے ایک نمونہ اور بہت بڑا سبق ہے کہ ہمیں باہمی کس طرح رہنا چاہئے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ عفو اور درگزر اور انکساری کا کیا نمونہ دکھانا چاہئے۔ اگر اس نمونہ کو ہم سب اختیار کر لیں تو ہمارے کاموں اور باہمی تعلقات میں بہت برکت اور ترقی ہو سکتی ہے۔

آپ کے بعض اہم کام

آپ نے لجنہ کے کئی اہم کام شروع کئے جن کے فیوض اب بھی جاری ہیں اور انہیں دیکھ کر دل سے آپ کی بلندی درجات کے لئے دعا نکلتی ہے۔ آپ جامعہ نصرت کی ڈائریکٹر تھیں پھر اس ادارے میں سائنس بلاک کا اجراء ہوا جس کے لئے آپ نے بہت جدوجہد کی۔ لجنات کی بیداری کے لئے ملک کے طول و عرض کے کامیاب دورے کئے۔ مندرجہ ذیل ادارے بھی آپ کی یادگار ہیں۔ نصرت انڈسٹریل سکول، فضل عمر ہائی سکول، مریم میڈیکل سکول گھٹیالیاں، چک منگلا سکول، دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ۔ مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ اور مسجد نصرت جہاں ڈنمارک احمدی خواتین کے چندہ سے تعمیر ہوئیں ان کے لئے بھی آپ نے خاص سعی فرمائی اور دیگر بہت سے اہم کام بھی سرانجام دیئے۔

غرضیکہ خلیفہ وقت کی جاری فرمودہ ہر تحریک اور ہر سکیم میں آپ کی نگرانی میں لجنات سرگرم حصہ لیتی رہیں۔

آپ کی ہدایت اور نگرانی میں درج ذیل لٹریچر شائع ہوا:

تاریخ لجنہ پانچ جلدیں، الازہار الذوات الخمار یعنی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی عورتوں کے متعلق تقاریر کا مجموعہ، المصابیح یعنی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تقاریر کا مجموعہ، تربیتی نصاب دو حصے، یاد محمودؓ، رسومات کے متعلق اسلامی تعلیم، مقامات النساء، ہمارا دستور، راہ ایمان، مختصر تاریخ احمدیت، قواعد و ضوابط، سالانہ رپورٹ۔

آپ نے جو جو بھی کام سرانجام دیئے ان میں خلیفۂ وقت کے علاوہ اس تربیت کا بھی اہم حصہ تھا جو آپ نے اپنی چچی جان حضرت صالحہ بیگم صاحبہ مرحومہؓ اہلیہ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ سے حاصل کی تھی۔ وہ جماعت میں بھی ممانی جان کے نام سے مشہور تھیں۔ ان کے کام کرنے کا طریق ایسے تھا جیسے وہ کسی اہم تاریخی عہد کی بنیاد رکھ رہی ہوں۔ عاجزہ نے بھی ان کے ساتھ کام کرنے کی سعادت حاصل کی تھی اور ان سے بہت کچھ سیکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

آپ کی خوشی کے دو خاص مواقع

لجنہ کے کام کرتے ہوئے کئی دفعہ آپ کو بہت خوش دیکھا مگر آپ کی خوشی کے دو مواقع ایسے تھے جنہیں مَیں کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ ان کا مختصر ذکر کرتی ہوں۔

جب تاریخ لجنہ کا کام شروع ہوا تو سب سے پہلے ان ابتدائی چودہ ممبرات کے ناموں کی تلاش شروع ہوئی جنہوں نے لجنہ کے قیام کے پہلے دن بطور ممبر حسب ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ رجسٹر پر دستخط کئے تھے۔ اس سلسلہ میں زبانی روایات اور خطوط کے ذریعہ جو معلومات موصول ہوئیں ان میں بہت تضاد تھا۔ جماعت کے موجودہ لٹریچر میں پہلے دن کی کارروائی اور ممبرات کے نام مل نہیں رہے تھے جس کی وجہ سے آپ پریشان تھیں۔ قادیان اس تحقیق کے لئے خط لکھا وہاں سے ایک رسالہ "احمدی خاتون" کی چار پانچ کاپیاں موصول ہوئیں۔ ان میں لجنہ کے قیام کا اعلان اور پہلے دن کی کارروائی بھی درج تھی۔ ان میں ابتدائی چودہ ممبرات کے نام بھی مل گئے جس سے آپ ازحد

خوش ہوئیں ۔ اس دن آپ کی خوشی دیکھنے والی تھی۔ جو بھی ملتا اس کو آپ بہت خوش ہو کر بتاتیں۔

دوسری غیر معمولی خوشی آپ کو اس وقت ہوئی جب لجنہ اماء اللہ کی تاریخ کی پہلی جلد لے کر عاجزہ بحیثیت سکرٹری اشاعت ۲۶ ر دسمبر ۱۹۷۲ء کو بہت رات گئے اپنے بچے کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے کتاب اپنے ہاتھ میں لے کر غیر معمولی طور پر بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا اور اسی وقت مٹھائی کا ڈبہ ہمیں عنایت فرمایا۔

تاریخ لجنہ کا اہم کام

لجنہ اماء اللہ کے قیام پر چالیس سال گزر چکے تھے ۔ لجنہ کے قیام کے ابتدائی حالات بھولتے جا رہے تھے اور روایات میں تضاد پیدا ہو رہا تھا۔ آپ کو خیال آیا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تاریخ کے نقوش دھندلے ہوتے جا رہے ہیں لہذا ضروری ہے کہ لجنہ کی تاریخ مرتب کی جائے ۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۶۲ء میں تاریخ لکھنے کا کام شروع کر دیا لیکن حضور کی علالت کی وجہ سے آپ کی مصروفیات بڑھ گئیں اور یہ کام التواء میں پڑ گیا۔ پھر جب لجنہ کے قیام کو پچاس سال ہونے والے تھے تو شکرانہ کے طور پر لجنہ کی جوبلی منانے کا فیصلہ ہوا۔ اس موقع پر اور کئی کاموں کے علاوہ آپ نے لجنہ کی تاریخ لکھنے کا بھی فیصلہ فرمایا۔ جلد اول آپ نے خود لکھنے کا ارادہ کیا اور جلد دوم مرتب کرنے کا کام عاجزہ کے سپرد فرمایا۔

یہ بہت اہم کام تھا ۔ جماعت کے پرانے لٹریچر کو پڑھنے کی ضرورت تھی۔ اس لئے آپ کے گھر، آپ کی لائبریری میں بیٹھ کر کام کا آغاز کیا گیا۔ پہلے تو صرف عاجزہ نے کام شروع کیا لیکن کام بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے اور لڑکیاں بھی کام کے لئے آنے لگیں ۔ چنانچہ انیس بٹ، امتہ الرؤف، امتہ الرفیق ظفر، امتہ النصیر، قمر النساء اور اسی طرح کئی اور لڑکیاں بھی آتی رہیں۔ پانچ چھ سال تک اسی طرح مسلسل تاریخ کے لئے کام ہوتا رہا۔ آپ کے دل میں تاریخ لجنہ مرتب کرنے کا جو خیال پیدا ہوا اور پھر آپ نے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جو کام کیا یہ بلاشبہ آپ کا جماعت پر اور بالخصوص لجنہ کی ممبرات پر ایک عظیم الشان احسان ہے جس کی قدر اور اہمیت وقت گزرنے اور جماعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیموں میں سے سب سے پہلے لجنہ کی تاریخ شائع ہوئی، الحمد للہ۔

گھریلو ملازمین سے حسن سلوک

گھریلو ملازمین زیادہ تر ایک ہی گھر میں ٹکا نہیں کرتے ۔ مگر جو ملازم ایک دفعہ آپ کے گھر آ جاتا وہ آپ کے حسن سلوک، ہمدردی اور شفقت کو دیکھ کر مستقل طور پر یہیں کا ہو جاتا۔ آج سے ۵۵ سال قبل قادیان میں، مَیں نے دیکھا کہ ایک لڑکی فاطمہ نامی آپ کے پاس رہتی تھی۔ آپ کے پاس ہی اس کی شادی ہوئی ۔ وہ شادی کے بعد بھی آپ کے پاس ہی رہی ۔ اس طرح کئی اور ملازم عورتیں آپ کے گھر رہیں۔ ان لڑکیوں کو بھی آپ نے تعلیم دلوائی اور ساتھ قرآن مجید باترجمہ آپ نے پڑھایا اور ہر طرح کا سلیقہ سکھایا۔ پھر ان کی شادیاں کیں اور بعد میں بھی ہر موقعہ پر ان کا خیال رکھا اور تحائف دیتی رہیں۔

سرزنش اور درگذر

عہدیدار لجنہ ، کارکنات لجنہ اور گھر کے ملازمین سے اگر کچھ غلطیاں یا نقصانات سرزد ہو جائیں تو آپ تحقیق فرماتیں اور سرزنش کرتیں ۔ آپ کو کئی مواقع پر تکلیف بھی پہنچتی لیکن جلدی بھول جاتیں ۔ آپ میں عفو و درگزر کی بہت بڑی خوبی تھی ۔ لڑائی ، جھگڑا ، غلطی کرنے والوں سے جب آپ بعد میں ملتیں تو یوں لگتا تھا جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہیں تھی۔

آپ کی ایک غیر معمولی خوبی اور چند ذاتی واقعات

آپ کی ایک غیر معمولی خوبی یہ تھی کہ آپ بعض اوقات بظاہر ایک بالکل معمولی سی تعلیم اور لیاقت رکھنے والی کارکن کے سپرد بڑے بڑے اہم کام کر دیا کرتی تھیں اور اس پر اعتماد کرتی تھیں اور پھر وہ کام محض خدا تعالیٰ کے فضل اور آپ کی توجہ اور دعا کے ساتھ بخیر و خوبی انجام پاتے تھے ۔ میں اس سلسلہ میں چند ذاتی واقعات عرض کرتی ہوں۔ اس عاجزہ کی ذاتی قابلیت حالات اور تعلیم کچھ بھی نہ تھی مگر آپ کی نگرانی اور توجہ سے بعض اہم کام کرنے کی توفیق پائی۔

☆...... برصغیر کی تقسیم سے قبل قادیان میں انتخابات اور پھر ہولناک فسادات کے ایام میں بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے کام کی توفیق دی ۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کے وقت جب میں اپنی والدہ اور بہن بھائیوں کے ہمراہ بے سروسامانی کی حالت میں رتن باغ لاہور پہنچی تو حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے مجھے دیکھتے ہی بڑی شفقت کے ساتھ گلے لگایا اور پھر فرمایا لطیف اب تم آگئی ہو آنے والی مہاجرات کے قیام اور نگرانی کا کام اب میں تمہارے سپرد کرتی ہوں۔ اسی دن ۲۹ ر ستمبر ۱۹۴۷ء کی رات کے گیارہ بجے حضرت چھوٹی آپا کا لکھا ہوا مندرجہ ذیل رقعہ ملا۔ آپ نے تحریر فرمایا:

"مکرمہ امتہ اللطیف صاحبہ

جس عمارت میں عورتیں ٹھہری ہیں اب تک مجھے ہر کام خود آ کر کروانا پڑتا تھا ۔ اب میں تمہیں اس کی منتظم مقرر کرتی ہوں۔ تم خود اس کام کا ایک پروگرام اور نقشہ بنا لو۔ کھانا سارا ایک جگہ تقسیم ہوتا ہے اور بڑی گڑبڑ رہتی ہے۔ اگر ہر کمرہ کی الگ الگ منتظم بنا دو تو وہ اپنے اپنے کمرہ کی ذمہ دار ہونگی۔ اور اپنے اپنے کمرہ کی عورتوں کو گن کر کھانا لے لیا کریں گی ۔ اسی طرح عورتوں کو ہر وقت صفائی کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے اس لئے میری تجویز یہ ہے کہ عورتوں میں پھر کر اعلان کر دیا جائے کہ مغرب عشاء کی نماز باجماعت ہوا کرے گی۔

عصر اور ظہر کی بھی اور اگر ہو سکے تو صبح کی بھی۔ اور نمازوں کے بعد چند منٹ عورتوں کو دعاؤں کی تحریک، صفائی وغیرہ پر اور اس قسم کی عام نصائح ہوا کریں۔ ان تمام باتوں پہ غور کر کے جتنی کام کرنے والیوں کی ضرورت ہو مجھ سے لے لو اور تفصیلیات بھی زبانی کر لو۔ والسلام

مریم صدیقہ"

مَیں نے یہ رقعہ پڑھ کر دل میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی توقع کے مطابق یہ خدمت کرنے کی توفیق دے اور پھر تفصیلی ہدایات لینے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ آپ نے حضرت اقدس حضرت اماں جانؓ اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے ملاقات کرائی اور یہ بھی بتایا کہ مَیں نے اب یہ کام لطیف کے سپرد کر دیا ہے۔ چنانچہ محض خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کٹھن کام کیا اور آپ کی حسن ظنی پر پورا اترنے کی کوشش کی۔

☆...... ربوہ کی آبادی کے ابتدائی ایام کے لئے آپ کے مشورہ پر حضرت مصلح موعودؓ نے مجھے ربوہ کی خواتین کی پہلی منتظمہ اور عہدیدار مقرر فرمایا۔ پہلے چھ ماہ تک لجنہ کا سارا کام بھی میرے سپرد رہا۔

☆...... لجنہ مرکزیہ کی پہلی پانچ جنرل سیکرٹری خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی خواتین مبارکہ میں سے ہی مقرر ہوئیں ۔ ان خواتین مبارکہ کے بعد لجنہ اماء اللہ کی چھٹی جنرل سیکرٹری حضرت چھوٹی آپا نے عاجزہ کو مقرر کیا۔

☆...... آپ نے مجھے ۱۳ سال تک سیکرٹری ناصرات رکھا۔ ۱۸ سال تک سیکرٹری اشاعت رہی۔ پندرہ سال تک سیکرٹری تجنید رہی۔ ۲ سال تک سیکرٹری اصلاح و ارشاد رہی۔ ۸ سال تک تاریخ لجنہ کا کام کیا۔ ۸ سال مدیرہ مصباح رہی۔ ایک وقت میں دو دو شعبے بھی میرے پاس رہے ۔ انچارج دفتر جلسہ سالانہ، انچارج تعلیم القرآن کلاس بھی رہی۔ تربیتی دورے برائے لجنہ و ناصرات بھی کرتی رہی ۔ یوں مسلسل خدا کے فضل سے نصف صدی سے زائد عرصہ تک کام کرنے کی توفیق پائی۔ جس کی وجہ سے بعض لوگ سمجھتے تھے کہ میں باقاعدہ تنخواہ لے کر کام کرتی ہوں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

درحقیقت یہ سب کام حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کی حسن ظنی، اعتماد اور آپ کے کام لینے کے طریق کی برکت کی وجہ سے انجام پائے ہیں۔ ان کاموں کی برکت سے خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے دین اور دنیا دونوں سنور گئے۔

آپ کا حسن سلوک اور شفقت

ایک خوبی آپ کی یہ تھی کہ آپ سلسلہ کے کارکنوں کے ساتھ اور بالخصوص لجنہ کی کارکنات کے ساتھ نہایت شفقت کا سلوک فرماتی تھیں۔ جنہیں آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملتا تھا نہ صرف ان کا بلکہ ان کے عزیزوں کا بھی خیال رکھتیں۔ ان کے ذاتی مسائل میں گہری دلچسپی لیتیں اور انہیں مفید مشوروں سے نوازتیں۔ اس سلسلہ میں چند ذاتی واقعات عرض کرتی ہوں جن کا گہرا اثر میرے دل و دماغ پر حاوی ہے۔

☆...... میرا پہلا بیٹا لئیق احمد ابھی چند ماہ کا تھا کہ مجھے اپنے شوہر شیخ خورشید احمد صاحب کے ساتھ ۱۹۵۳ء میں کراچی جانا پڑا۔ کیونکہ روزنامہ الفضل ربوہ حکومت پنجاب نے عارضی طور پر بند کر دیا تھا۔ اس لئے حضور کے ارشاد کے مطابق کراچی جا کر اخبار المصلح کو اخبار الفضل کی جگہ شائع کرنا تھا۔ جانے سے پہلے میں بچے کو لے کر حضور کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئی۔ اس دن حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہؒ کی باری تھی۔ جمعہ کا روز تھا۔ جمعہ کی نماز میں مَیں حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سے ملی اور دعا کے لئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مہر آپا نے بتایا ہے کہ تمہارا بیٹا بہت پیارا ہے، میرے پاس اسے ضرور لانا۔ چنانچہ شام کو بیٹے کو لے کر حاضر ہوئی اس وقت حضور بھی وہیں تشریف فرما تھے ۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے فرمایا کہ دیکھیں لطیف کا بچہ کتنا پیارا ہے حضور نے فرمایا ہاں میں نے اسے صبح دیکھا ہے۔ اس کے بعد نہ صرف میرے بچوں کی پیدائش پر بلکہ میرے پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کی پیدائش پر اور پھر ان کی آمین کی تقاریب پر بھی ضرور میرے گھر تشریف لاتیں ۔ پھر میرے سب بچوں کی رشتوں اور شادیوں پر بھی ہمیں آپ کے قیمتی مشورے حاصل رہے۔ جہیز اور بری وغیرہ کی تیاری میں گہری دلچسپی لیتی تھیں۔ آپ کے مشوروں کی برکت سے یہ کام آسان اور خوبصورت ہو جاتے اور مجھے تسلی ہو جاتی۔ ایک بچے کی شادی سے پہلے میں بیمار ہو گئی ۔ آپ کو بہت فکر ہوا۔ مجھے دیکھنے گھر تشریف لائیں اور پوچھا کہ بری کا کیا کرنا ہے؟ کچھ تفصیل ان کو بتائی اور پھر میری بڑی بہو عزیزہ بدر النساء آپ کے پاس جا کر مشورہ کر آتی رہی۔ اور یوں آپ مطمئن ہو گئیں۔ آپ فرمایا کرتی تھیں کہ لطیف خدا کے فضل سے تمہارے سب بچوں کے رشتے اچھے ہو گئے ہیں الحمد للہ۔

چونکہ میرے والد میاں عبدالرحیم صاحب دیانت مرحوم قادیان کے درویش تھے اس لئے میری شادی اور میرے بہن بھائیوں کی شادیوں اور پھر ان کی تعلیم میں بھی دلچسپی لیتی رہیں۔ جب میرے بچوں کی تعلیم کا وقت آیا تو بھی آپ میری

باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson
Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

بقیہ:خطبہ جمعہ از صفحہ نمبر ۸

کے لئے دعا کی ہے بھلا اب کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ بری نہ ہوں۔ چنانچہ اس خط کے مطابق تھوڑے ہی عرصہ کے بعد میں بَری ہو گیا اور باوجود اس بات کے کہ مَیں کلرک تھا اور جھگڑا ایک انگریز سب ڈویژنل افسر کے ساتھ تھا مگر اس مقدمہ کی تفتیش کے لئے سپرنٹنڈنٹ اور چیف انجینئر مسٹر بینٹسن تک آئے اور خوب اچھی طرح سے انکوائری کی اور مجھے بَری کیا۔ (رجسٹر روایات نمبر ۱۰ صفحہ ۵۹،۵۸)

روایت حضرت ڈاکٹر عطر دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عرض کرتے ہیں مَیں نے حضور کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا۔ حضور نے فرمایا تین دفعہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً پڑھ لیں۔ پھر اندر جا کر امتحان دے دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور خاکسار پاس ہو گیا۔

(رجسٹر روایات نمبر ۷ صفحہ ۲۴۶)

ایک روایت حضرت قاری غلام یٰسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سکنہ رسول پور ضلع گجرات کی ہے: "جب مَیں نے بیعت کی تو مَیں نے محمد حیات کو چونکہ میرا دوست تھا کہا کہ مَیں نے امام مہدی کو مان لیا ہے اور بیعت کر لی ہے تُو میرا دوست ہے تُو بھی اسے سچا مان اور بیعت کر لے۔ اس نے کہا کہ مَیں سچا مان لیتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ اگر وہ سچا ہے تو جو مقدمہ فوجداری مجھ پر دائر ہے اس مقدمہ میں مجھے کوئی نہ پوچھے تو میں بیعت کر لوں گا۔ غلام قادر نے کہا ایسا کرنا تو مناسب نہیں البتہ ہم حضرت صاحب کو دعا کے لئے خط لکھتے ہیں۔ اس نے کہا خط لکھو یا نہ لکھو میری شرط یہی ہے کہ مجھے کوئی نہ پوچھے۔ خیر غلام قادر نے دعا کے لئے خط لکھ دیا۔ اس پر مقدمہ اس لئے تھا کہ ایک بیوہ سے اس نے نکاح کیا اور اب بیوہ کے دیور نے اس پر اغوا کا جھوٹا مقدمہ دائر کیا ہوا تھا اور وارنٹ کی تعمیل ہو کر تاریخ مقرر تھی۔ اس پر حیات نے کہا کہ اگر امام مہدی سچا ہے تو مجھے کوئی نہ پوچھے۔ اور غلام قادر اس شرط کو نامناسب خیال کرتا تھا۔ اس نے دعا کے لئے خط لکھا۔ جب تاریخ پر حاضر ہوئے تو مدعی بھی موجود تھا۔ لیکن بُلاوا نہیں ہوا۔ آخر کچہری برخواست ہو گئی اور حیات گھر آ گیا اور غلام قادر کو کہا کہ یقیناً امام مہدی سچا ہے اور مَیں نے مان لیا ہے میری بیعت کا خط فوراً ہی لکھ دو۔ چنانچہ اس نے بیعت کا خط لکھ دیا۔ حیات خوشی میں آ کر گلیوں میں پھرتا اور لوگوں کو کہتا امام مہدی آ گیا ہے مان لو۔ مَیں نے مان لیا ہے۔ مَیں نے شرط رکھی تھی کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ مقدمہ میں کوئی نہ پوچھے۔ سو مَیں تاریخ پر گیا ہوں مگر مجھے کسی نے نہیں پوچھا۔ وہ بڑا خوش تھا اور لوگوں کو کہتا تھا کہ لوگو بیعت کر لو۔ امام مہدی جس کی انتظار کرتے تھے آ گیا۔ لوگ حیران تھے کہ اس کو کیوں نہیں پوچھا گیا۔ آخر مدعی نے پڑتال کی کہ میری مِسل کہاں ہے۔ سر رشتہ دار وغیرہ نے بہت پڑتال کی مسل دفتر میں کوئی نہ تھی۔ مدعی نے از سر نو پھر دعویٰ کیا اور پھر وارنٹ کی تعمیل ہو کر تاریخ مقرر ہوئی۔ اب گاؤں والوں کا داؤ چل گیا اور لوگ تمسخر پر تمسخر اڑاتے اور کہتے اب تمہارے مرزے کو دیکھتے ہیں۔ وہ کہتا وہ یقیناً سچا ہے۔ مَیں نے دل سے مان لیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اب بھی مجھے کوئی نہ پوچھے گا۔ آخر پھر تاریخ مقررہ پر حاضر ہوئے اور تماش بین بھی ساتھ گئے۔ عدالت کی طرف سے مدعی کو بلاوا ہوا مدعی حاضر نہ تھا۔ دو تین دفعہ بلاوا ہوا۔ کوئی نہ بولا اور حیات تو موجود تھا۔ آخر کچہری برخواست ہونے پر حیات گھر آ گیا اور پھر لوگوں کو شرمندہ کرتا تھا اور کہتا تھا دیکھو اب بھی مجھے کسی نے نہیں پوچھا۔ اب بھی تم کو کچھ شک باقی رہ گیا ہے۔ غرض غلام قادر اور حیات نے سوچا کہ معلوم تو کریں مدعی کیوں حاضر نہیں ہوا۔ مدعی کا گاؤں فاصلہ پر تھا اور ان دنوں طاعون کا زور تھا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ تاریخ کے روز وہ طاعون سے مر گیا تھا۔ (رجسٹر روایات نمبر ۸ صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۵)

اللہ تعالیٰ اس زمانے کے شریر مولویوں کو عقل دے۔ اتنے عظیم الشان واقعات ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ پے بہ پے قبولیت دعا کے اتنے نمونے ملتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے متعلق ایک تحریر پیش کرتا ہوں:

"دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اُس کی ایک الگ تجلّی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ گویا وہ اَور خدا ہے حالانکہ اَور کوئی خدا نہیں۔ مگر نئی تجلّی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے۔ تب اس خاص تجلّی کے شان میں اس تبدیل یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا۔ یہی وہ خوارق ہے۔

غرض دُعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرتِ احدیت پر گرتی ہے۔" (روحانی خزائن جلد ۲۰۔ صفحہ ۲۲۲)

❁❁❁❁..........❁❁❁❁

بقیہ:خطاب جلسہ سالانہ جرمنی از صفحہ نمبر ۴

لایا کرتے تھے۔ ان دنوں حضور علیہ السلام مسجد مبارک کے اس حصہ میں نماز پڑھا کرتے تھے جو مسجد مبارک میں بجانب مغرب ایک چھوٹے سے کمرہ کی شکل میں بنا ہوا تھا۔ دوسری دفعہ جب میں قادیان شریف آیا تو مسجد مبارک میں توسیع ہو چکی تھی۔

۳۰ر ستمبر ۱۹۰۷ء کو خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بعد نماز ظہر بیعت کی۔ حضور علیہ السلام کے سر مبارک کے بال بہت باریک تھے اور شانوں کے قریب تک لمبے تھے اور حنا کی وجہ سے سرخ تھے۔ جب میں نے حضور علیہ السلام کے سر مبارک کے بالوں کی طرف دیکھا تو مجھے یہ گمان ہوا کہ حضور ابھی ابھی غسل فرما کر تشریف لائے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور علیہ السلام کے سر مبارک کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں، حالانکہ دراصل ایسا نہ تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا۔ بغور دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یونہی بال چمک رہے ہیں۔ حضور کی خدمت شریف میں مولویوں کی مخالفت کا ذکر آیا حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مولویوں نے ہمارا بہت کام کیا ہے غالباً فرمایا کہ اگر ہم لاکھوں روپیہ بھی خرچ کرتے تو بھی اتنی تبلیغ نہ ہوتی جتنی کہ مولویوں نے ہماری مخالفت کر کے ہمارا کام مفت میں کیا ہے۔ فرمایا ایک مولوی ایسے گاؤں میں جا کر جہاں کے لوگ ہمارا نام تک بھی نہیں جانتے ہماری مخالفت میں وعظ کرتا ہے اور ہمارے دعویٰ کا ذکر کرتا ہے اس مجلس میں ہمارا ذکر سن کر ایک دو آدمی تحقیقات کرنی شروع کر دیتے ہیں اور کچھ دنوں کے بعد وہ احمدی ہو جاتے ہیں۔ دوسری دفعہ وہی مولوی صاحب جب اس گاؤں میں آتا ہے تو وہ سنتا ہے کہ یہاں میرے گزشتہ سال کے مخالفانہ وعظ کے بعد ایک دو شخص احمدی ہو گئے ہیں اس طرح وہاں آہستہ آہستہ جماعت بن جاتی ہے"۔

(روایت غلام نبی صاحبؓ آف چکوال۔ رجسٹر روایات نمبر ۱ صفحہ ۶۲،۶۱)

حضرت چوہدری علی محمد صاحب گوندلؓ۔ چک ۹۹ شمالی (ضلع سرگودھا)

آپ بیان فرماتے ہیں کہ: "حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحبؓ کی وفات سے سات دن پہلے بہ ہمراہی مولوی غلام حسین صاحبؓ والد مولوی یار محمد عارفؓ چک اٹھانوے شمالی اور دو اور ہمراہی جن کے اب نام یاد نہیں ہم چاروں بیعت کی غرض سے قادیان گئے۔ اس سے پہلے مَیں نے بذریعہ خط بیعت کی ہوئی تھی۔ ہم چاروں آپ کے مکان پر چلے گئے۔ آواز دینے پر آپ باہر تشریف لائے۔ مکان کے باہر دو چارپائیاں ایک بڑی ایک چھوٹی پڑی ہوئی تھیں۔ آپؑ نے ہماری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ بڑی چارپائی پر بیٹھ جاؤ اور آپ چھوٹی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ ہم چونکہ آگے پیروں سے ڈرے ہوئے تھے ہم نیچے بیٹھنے لگے۔ مگر آپ نے دوبارہ مجبور کیا کہ چارپائی پر بیٹھ جاؤ۔ آخر ہمیں مجبوراً چارپائی پر بیٹھنا پڑا۔ اس سے آپ کے اخلاق حسنہ کا پتہ لگتا ہے کہ کس قدر وسیع القلب تھے۔ مَیں چونکہ سب سے چھوٹا تھا اس لئے میں سب سے نچلی طرف بیٹھا۔ مولوی غلام حسین مجھ سے بہت بڑی عمر کے تھے۔ اور خوب مولویانہ بالشت بھر چمکدار سیاہ داڑھی تھی اور بیٹھا بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عین سامنے تھا۔ مَیں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ آپ مولوی غلام حسین پر اپنی نظر شفقت فرماویں گے مگر آپ نے میرے اس خیال کے برخلاف کیا اور آپ نے میرے ہی ہاتھ پر دست شفقت رکھا۔ باقی ساتھیوں نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھے اور آپ نے ہماری بیعت لی۔ عین اس وقت جبکہ آپ نے اپنا دست مبارک میرے ہاتھ سے مس کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ کے ہاتھوں سے کوئی چیز بجلی کی طرح میرے جسم میں سرایت کر گئی ہے۔ اس وقت آپ کا جلال اس قدر تھا کہ مَیں سمجھتا تھا کہ اس دنیا میں اس وقت آپ کی شان کا کوئی انسان نہیں تھا۔ اس وقت ہم نے آپ کو نبی سمجھ کر بیعت کی تھی۔ اس بات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کی نظر میں بڑوں کا ہی لحاظ نہ تھا بلکہ چھوٹوں پر بھی دست شفقت تھا۔ آپ کی وفات پر ہمارے چک میں بہت سے لوگوں نے ٹھوکر کھائی اور احمدیت سے منحرف ہونے لگے مگر باوجود اَن پڑھ ہونے کے مجھ پر اللہ تعالیٰ کے فضل نے اور احمدیت کے جلال نے وہ اثر ڈالا ہوا تھا کہ مَیں نے کہا اگر ساری دنیا بھی احمدیت چھوڑ جاوے مگر مَیں احمدیت کو نہ چھوڑوں گا"۔

(روایت چوہدری علی محمد صاحبؓ آف سرگودھا۔ رجسٹر روایات نمبر ۱ صفحہ ۷۰،۶۹)

(باقی اگلے شمارہ میں انشاء اللہ)

۞۞۞......۞۞۞......۞۞۞

جماعت کو قرآنی انوار سے حصہ لینا چاہئے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا:

"آپ میری اس بات کو یاد رکھیں کہ جب تک ہم قرآن کریم کو مضبوطی سے نہ پکڑیں، اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز نہ بنائیں اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں اس وقت تک ہم اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے جس مقصد کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے اور جماعت احمدیہ قائم ہوئی"۔ (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۷۰ء)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم اور دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیر انتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ اپنا فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST,6 HARDWICKS WAY,
LONDON SW18 4AJ U.K.

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۰؍اپریل ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپؓ فرماتے ہیں: ''حق یہ ہے کہ مجھے تو بچپن سے آج تک کسی دجالی طلسم یا مادی طاقت نے مرعوب نہیں کیا۔ اور مَیں ہمیشہ نہ صرف کامل ایمان کے ساتھ بلکہ کامل بصیرت کے ساتھ بھی صداقت کی آخری فتح کا یقین رکھتا ہوں''۔ آپؓ کی دلکش سیرت سے بعض منتخب واقعات (مرتبہ: مکرم حافظ محمد نصراللہ صاحب) روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۱۶ اور ۱۸؍اکتوبر ۹۹ء کی زینت ہیں۔ قبل ازیں آپؓ کی سیرۃ کے بعض پہلوؤں کا بیان الفضل انٹرنیشنل کے شماروں ۲۹؍دسمبر ۹۵ء، یکم نومبر ۹۶ء، ۲۸؍فروری ۹۷ء اور ۱۲؍فروری ۹۹ء کے اسی کالم میں ہوچکا ہے۔

حضرت میاں صاحبؓ کے پیش نظر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا رہتی تھی۔ آپؓ اپنی کتب جس دوست کے ذریعہ شائع کرواتے تھے، اُن سے کبھی کسی تصنیف کا معاوضہ نہیں لیا بلکہ اپنی تصنیف کا نسخہ بھی خود خریدتے اور اگر ناشر ہدیۃً کوئی نسخہ پیش کرنا چاہتا تو آپؓ یہ کہہ کر انکار فرمادیتے کہ یہ بھی ایک گونہ معاوضہ ہے اور مَیں اس معاملہ میں معاوضہ سے اپنے ثواب کو مکدر نہیں کرنا چاہتا۔

آنحضرت ﷺ سے آپؓ کی محبت کا اندازہ آپؓ کی اس تحریر سے کیا جاسکتا ہے: ''ایک دفعہ ایک غریب مسلمان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ماتھے پر عبادت و ریاضت کا کوئی خاص نشان نہیں تھا مگر اس کے دل میں محبت رسولؐ کی چنگاری تھی جس نے اس کے سینہ میں ایک مقدس چراغ روشن کر رکھا تھا۔ اس نے قرب رسالت کی دائمی تڑپ کے ماتحت آنحضرت ﷺ سے ڈرتے ڈرتے پوچھا: یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟۔ آپؐ نے فرمایا: تم قیامت کا پوچھتے ہو، کیا اس کے لئے تم نے کوئی تیاری بھی کی ہے؟۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے عرض کیا: میرے آقا! نماز روزے کی تو کوئی خاص تیاری نہیں لیکن میرے دل میں خدا اور اس کے رسولؐ کی سچی محبت ہے۔ آپؐ نے اسے شفقت کی نظر سے دیکھا اور فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی پھر تسلی رکھو کہ خدائے ودود کسی محبت کرنے والے شخص کو اس کی محبوب ہستی سے جدا نہیں کرے گا۔ یہ حدیث مَیں نے بچپن کے زمانہ میں پڑھی تھی لیکن آج تک جو مَیں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا ہوں میرے آقاؐ کے یہ مبارک الفاظ قطب ستارے کی طرح میری آنکھوں کے سامنے رہے ہیں اور مَیں نے ہمیشہ یوں محسوس کیا ہے کہ گویا مَیں نے ہی رسول خدا سے یہ سوال کیا تھا اور آپؐ نے مجھے ہی یہ جواب عطا فرمایا تھا''۔

اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل آپؓ نے اپنے دفتر کے ایک کارکن محترم مختار احمد صاحب ہاشمی سے رقت آمیز لہجے میں فرمایا: ''آپ اس بات کے گواہ رہیں اور مَیں آپ کے سامنے اس امر کا اقرار اور اظہار کرتا ہوں کہ جب سے مَیں نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے لے کر اب تک میرے دل میں سب سے زیادہ حضرت سرور کائنات ﷺ کی محبت جاگزیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اس لحاظ سے مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے تحت مجھے وہاں آنحضرت ﷺ کے قرب سے نوازدے گا''۔

حضرت امیرالمومنین خلیفۃالمسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بیان ہے کہ ایک دفعہ گھر میں کسی کا ذکر ہوا جس نے حضرت عمو صاحبؓ (یعنی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) تک کسی کی کوئی بات غلط رنگ میں پہنچائی تھی جس سے آپؓ کے دل میں ناحق کچھ رنج پیدا ہو گیا تھا مگر چونکہ آپ ہمیشہ ایسے موقعہ پر متعلقہ شخص سے دریافت کرلیا کرتے تھے اس لئے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپؓ کو حقیقت حال معلوم ہوگئی اور آپؓ نے مجھ سے افسوس کا اظہار فرمایا کہ بعض لوگ خواہ مخواہ فتنہ کا موجب بن جاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت چچی جان نے کہا کہ مَیں تو آپکو ہمیشہ کہتی ہوں کہ وہ شخص ناقابل اعتماد ہے مگر پھر بھی آپ اس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس پر آپؓ نے وہیں قدم روک لئے اور ایسی آواز میں جو غصہ والی اور اونچی تو نہیں تھی مگر اس میں بے پناہ قوت پائی جاتی تھی، فرمایا: دیکھو! مجھے ایسا مت کہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی کمزوریوں پر نگاہ رکھتا تو اس کا کسی بندہ سے تعلق نہ ہوتا۔ وہ اپنے بندے کی کسی خوبی پر نظر رکھ کر اس سے تعلق رکھتا ہے۔ پس وہ میری کیسی ہی بدخواہی کرے، مَیں اس سے تعلق نہیں توڑوں گا۔ پھر دھیمی اور نرم آواز میں فرمانے لگے: تم جانتی ہو کہ اس میں بعض بہت بڑی خوبیاں بھی ہیں۔ اور پھر ایک دو نمایاں خوبیوں کا ذکر فرمایا۔

حضرت میاں صاحبؓ کے بچوں سے پیار کے حوالہ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب حضرت خلیفۃالمسیح الثانیؓ نے ہم سب چھوٹے بھائیوں کو ڈلہوزی بھجوایا تو ان دنوں آم کا موسم ختم ہونے کو تھا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے میرے لئے باریک خوبصورت رنگین کاغذوں میں لپٹے ہوئے فجری آموں کی ایک پیٹی بند کروائی (آپ جب کبھی کسی کو کوئی تحفہ دیتے، نہایت سلیقے سے سجا کر دیا کرتے تھے)۔ پھر تاکید فرمائی کہ ان کو کھانے سے پہلے یہ احتیاط کرلینا کہ نہ تو یہ ذرہ بھر کچے ہوں نہ ایک اعشاریہ زیادہ پکے ہوں۔..... چنانچہ مَیں اسی احتیاط میں رہا کہ آم عین پک جائیں تو کھاؤں اور روزانہ مناسب پکے ہوئے آموں کی تلاش میں انہیں الٹتا پلٹتا رہا اور خلیفہ منیرالدین صاحب جو اس سفر میں میرے ہمراہ تھے اور برادرم مرزا انور احمد صاحب چوری چھپے نیم پکے ہوئے آم ہی کھاجاتے رہے۔ جب تک مجھے اس چوری کا علم ہوا، اکثر آموں کا صفایا ہوچکا تھا۔ آپؓ نے جب مجھ سے پوچھا کہ آم کیسے تھے تو مجبوراً مجھے شکایت کرنی پڑی۔ چنانچہ جب بعد میں خلیفہ منیرالدین صاحب آپؓ سے ملتے تو آپؓ نصیحت کی آمیزش والے انداز میں اُن سے پوچھا کرتے کہ کیوں منیر پہاڑ پر فجری آم کیسے لگتے ہیں؟۔

آپؓ کی عنایات محض بہت بچپن کی عمر تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ خاصی بڑی عمر کے اہل خاندان بھی اس پہلو سے آپؓ کی نظر میں بچے ہی تھے۔ اگرچہ آخری عمر میں بچوں کا خیال پہلے کی طرح نہیں رکھ سکتے تھے مگر پھر بھی جب کوئی موسمی پھل آتا تو آپؓ کے کمرے میں نوعمر زائرین کی تعداد غیر معمولی طور پر بڑھ جایا کرتی تھی لیکن باوجود شدید مصروفیت کے یہ پسند نہ فرماتے تھے کہ کسی کو صاف صاف نکل جانے کے لئے کہیں مبادا اس کے جذبات کو ٹھیس لگے۔ ایک بار قادیان سے کیلے آئے ہوئے تھے، ایک بڑی عمر کی بچی نے جاکر خاص طور پر سلام کیا۔ اسی خلوص کے ساتھ آپؓ نے برجستہ فرمایا: وعلیکم السلام۔ مگر کیلے ابھی کچے ہیں۔

حضور انور مزید فرماتے ہیں کہ قادیان میں کئی نوجوان آپؓ کے مردانہ صحن میں مجلس کر رہے تھے اور چونکہ ان میں سے بعض سگریٹ بھی پیتے تھے اس لئے اس ڈر سے کہ حضرت میاں صاحبؓ اوپر سے نہ آجائیں، کنڈے لگاکر سگریٹ نوشی کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد آپؓ تشریف لائے، دروازہ کھلوایا، السلام علیکم کہا اور باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر واپس آئے اور کمرہ میں داخل ہوکر آدمی گنے جو سات تھے۔ خاموشی سے سات الائچیاں جیب سے نکال کر میز پر رکھ کر چلے گئے۔ آپؓ کے جانے کے بعد سب کمرے والے اس لطیف مزاح پر بے اختیار ہنس دیئے مگر اس ہنسی میں جو خفت تھی وہ شاید آج تک اُن کو نہ بھولی ہو۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اباجان اور امی جب کبھی سفر پر جاتے تھے تو مجھے اور بھائی خلیل کو عمو صاحب کے ہاں چھوڑ جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رمضان میں چچی جان بسبب بیماری روزہ رکھنے سے معذور تھیں مگر سحری کے وقت تہجد کی غرض سے اور کچھ کھانے پر خیال رکھنے کی خاطر باقاعدہ اٹھا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ کسی خادمہ کی غلطی پر چچی جان نے ذرا اونچی آواز میں اُسے سخت سست کہا تو عمو صاحب اُن سے تو کچھ نہ بولے مگر مجھے مخاطب کرکے فرمانے لگے: ''تم جانتے ہو کہ تمہاری چچی جان بیمار ہیں۔ بے چاری روزے تو نہیں رکھ سکتیں البتہ ذکر الٰہی کے لئے اس وقت ضرور اٹھتی ہیں''۔ وہ دن اور رمضان کا آخری روزہ۔ پھر چچی جان نے کبھی سحری کے وقت آواز بلند نہیں کی۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ نصیحت صرف مزاح کی ملونی کے ساتھ ہی کیا کرتے تھے۔ بلکہ آپؓ ایک قادرالکلام فصیح و بلیغ عالم تھے اور ہمیشہ اقتضائے حال کے مطابق کلام فرماتے تھے۔ جب سنجیدگی کی ضرورت محسوس کرتے تو سنجیدگی سے کام لیتے تھے اور جب جلال کا موقعہ ہوتا تو جلال کا اظہار فرماتے۔

مکرم شیخ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں کہ دسمبر ۱۹۵۹ء کی ایک رات آٹھ بجے جب مَیں بذریعہ بس ربوہ پہنچا تو ساتھ ہی حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی پہلی رہائش گاہ تھی۔ دل چاہا کہ ابھی ملاقات کرلوں۔ دستک دی تو اندر سے آپؓ کی آواز آئی: کون!۔ خاکسار نے عرض کیا: مَیں عبدالقادر ہوں اور لاہور سے آیا ہوں، ملاقات کو جی چاہتا ہے۔ فرمایا: مَیں اس وقت سخت مصروف ہوں، اگر ضروری ہی ملنا ہے تو ایک منٹ کے لئے آجاؤ۔ خاکسار نے آپؓ کی خاص شفقت کے زعم میں کہا کہ اگر ایک منٹ دینا ہے تو پھر مَیں کل حاضر ہو جاؤں گا۔ فرمایا: اگر تم نے کل آنا ہے تو پھر ابھی آجاؤ۔ خیر مَیں اندر چلا گیا۔ آپؓ جلسہ سالانہ کے لئے مضمون کی تیاری میں مصروف تھے۔ چند منٹ بعد خود ہی اجازت حاصل کرکے مَیں واپس آگیا۔ دو چار دن بعد خاکسار کو لاہور میں آپؓ کی چٹھی موصول ہوئی کہ افسوس ہے کہ اس دفعہ کام کی کثرت کی وجہ سے آپ کے ساتھ مفصل بات نہیں ہو سکی۔

محترم مولوی محمد منور صاحب لکھتے ہیں کہ نومبر ۱۹۵۲ء میں جب خاکسار رخصت پر پاکستان گیا تو آپؓ سے مسجد مبارک میں ملاقات ہوئی اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔ مَیں نے عرض کیا کہ مشرقی افریقہ میں چار سال دعوت الی اللہ کرکے آیا ہوں۔ یہ سنتے ہی آپؓ نے مجھے گلے لگالیا...... غالباً آپؓ مجھے ذاتی طور پر نہیں جانتے تھے نہ ہی میرے آباء کی کوئی نمایاں خدمات تھیں، نہ ہی آپکی یہ عادت تھی کہ یونہی سڑکوں پر لوگوں سے گلے ملتے پھریں۔ مجھے بھی آپؓ کے رعب کی وجہ سے معانقہ میں پہل کرنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن صرف یہ سن کر کہ مَیں نے چند سال افریقہ میں اشاعت اسلام کا کام کیا ہے، آپؓ نے حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اس رنگ میں للّٰہی محبت کا اظہار فرمایا۔

محترم مولوی صاحب مزید بیان کرتے ہیں کہ اگست ۱۹۶۰ء میں جب خاکسار آٹھ سال بعد ربوہ واپس گیا تو آپؓ کے ہاں بھی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ آپؓ کے خادم نے اندر سے پیغام لاکر دیا کہ طبیعت ناساز ہے، آج نہیں مل سکیں گے۔ ابھی

مَیں نے واپسی کے لئے دو چار قدم ہی اٹھائے ہوں گے کہ دوسرا خادم بھاگا ہوا آیا اور کہا کہ حضرت میاں صاحب یاد فرماتے ہیں۔ اندر گیا تو دیکھا کہ آپؓ پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں۔ رنگ زرد، چہرہ سے تکان اور بے چینی عیاں۔ اپنے پاس ہی بستر پر بیٹھنے کا ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ "رات امّ مظفر کو چوٹ آنے کی وجہ سے بے خوابی رہی ہے۔ ان کی بے چینی کی وجہ سے مَیں بھی نہ سو سکا۔ اب ضعف بھی ہے اور گھبراہٹ بھی"۔ اللہ! اللہ!! میری دلشکنی کا آپؓ کو اس قدر احساس تھا کہ اپنی تکلیف بھول گئے۔ حالانکہ اگر اس وقت ملاقات نہ بھی ہوتی تو مجھے آپؓ کے در دولت پر دس مرتبہ جانے میں بھی کوئی دقت وزحمت نہیں تھی۔

مکرم شاہد احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد صاحب شدید بیمار ہوئے اور اُن کی حالت نازک ہوگئی تو مَیں گھبرا کر حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے فرمایا: "وہ تو ہمارے پرانے آدمیوں میں سے ہیں۔ مَیں اُن کے لئے دعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا"۔ مَیں جب واپس آیا تو والد صاحب کی حالت سنبھل گئی تھی اور شام تک طبیعت بہت بہتر ہوگئی۔

جب حضرت میاں صاحبؓ نے کتاب "سلسلہ احمدیہ" لکھی تو اُس وقت تک آپؓ کے خسر محترم غلام حسن خان صاحب پشاوری غیر مبائع تھے۔ اس کتاب میں غیر مبایعین کا ذکر کرتے ہوئے اپنے خسر کا خیال آیا تو آپؓ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور آپؓ نے نہایت عاجزی سے یہ دعا کی کہ "خدایا! تُو ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر تیری تقدیر مانع نہیں تو اُنہیں حق کی شناخت عطا کر"۔ ابھی اس کتاب کی اشاعت پر ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ حضرت مولوی صاحب قادیان آکر بیعتِ خلافت سے مشرف ہوگئے۔

حضرت میاں صاحبؓ کو سلسلہ کے اموال کی حفاظت کا حد درجہ خیال تھا۔ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے دفتر کی سٹیشنری اور دیگر اشیاء استعمال نہیں فرماتے تھے اور کارکنوں کو بھی اس امر کی تلقین فرماتے رہتے تھے کہ بعض اوقات غیر ارادی طور پر بھی انسان دفتر کی سٹیشنری وغیرہ سے فائدہ اٹھالیتا ہے اس لئے کبھی کبھی کچھ نہ کچھ رقم صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں داخل کروادیا کرو۔ چنانچہ اس کے لئے آپؓ نے صدر انجمن کے خزانہ میں ایک مد بھی جاری کروائی ہوئی تھی۔

ایک دفعہ ربوہ کے ایک حلقہ کے صدر نے ایک ایسی درخواست کی امداد کے لئے سفارش کردی جو فی الواقعہ منظوری کے قابل نہ تھی۔ آپؓ نے وہ درخواست مکرم مولانا محمد صدیق صاحب صدر عمومی کو بھجوادی کہ متعلقہ صدر کو سمجھایا جائے کہ سلسلہ کے اموال کی حفاظت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ پوری تحقیق کے بعد کسی کی درخواست پر سفارش کی جایا کرے۔

محترم ملک محمد عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ کی منکسر المزاجی ایسی تھی کہ قادیان کی ایک بوڑھی خاکروبہ سلام کے لئے حاضر ہوئی اور زمین پر بیٹھنے لگی تو آپؓ نے فرمایا: اٹھو، کرسی پر بیٹھو۔ پھر اسے باصرار کرسی پر بٹھایا اور خادم سے اُس کے لئے چائے لانے کو کہا اور بڑی دیر تک ہمدردی سے اُس کے حالات پوچھتے رہے۔

مکرم خان سعد اللہ خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۱۸-۱۹۱۷ء میں زمانہ طالب علمی میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ہاں بارہ پندرہ یوم بطور مہمان رہا۔ رات آپکی بیٹھک کے صحن میں سو جایا کرتا تھا۔ جب صبح اٹھتا تو میرے نزدیک میز پر پانی کا جگ، وضو کے لئے پانی کا لوٹا اور تولیہ موجود ہوتا۔ بچپن کی لاپرواہی کے باعث کبھی یہ خیال نہ آیا کہ یہ سب کچھ کہاں سے آجاتا ہے۔ ایک صبح اذان کے وقت نیم خوابیدہ حالت میں چارپائی پر پڑا تھا کہ حضرت میاں صاحبؓ میری چارپائی کے قریب یہ چیزیں رکھ کر خود مسجد تشریف لے گئے اور اسی طرح روزانہ میرے قیام کے دوران وہ کرتے رہے۔

مکرمہ مبارکہ قمر صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ہجرت کے بعد ہم ربوہ پہنچے اور کرایہ پر مکان لیا۔ پھر زمین خریدی لیکن مکان بنانے کیلئے پیسے کی ضرورت تھی جس کے لئے اپنی زرعی زمین بیچنے کا ارادہ کیا اور سودا کرکے ایک ہزار روپیہ بیعانہ بھی لے لیا۔ اسی دوران حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئی تو آپؓ نے سختی سے منع فرمایا کہ زرعی زمین ہرگز فروخت نہیں کرنی، یہ کوئی عقلمندی نہیں کہ زمین بیچ کر مکان بناؤ۔ مَیں نے گھبرا کر عرض کیا کہ اب تو سودا پختہ ہوچکا ہے۔ لیکن آپؓ بار بار یہی فرماتے کہ زمین نہیں فروخت کرنی، مکان بن جائے گا، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ یہ ایک معجزہ ہے کہ آپؓ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پورے فرمائے۔ چنانچہ زمین کا گاہک کسی وجہ سے لیٹ ہوگیا اور اس طرح سودا فسخ ہوگیا لیکن سودا فسخ ہونے کی خوشی میں ہم نے بیعانہ کی رقم بھی اُس کو واپس کردی جو ہمارا حق تھی۔ پھر انجمن سے تین ہزار روپیہ قرض لیا اور مکان کی بنیادیں رکھ دیں۔ کام شروع ہوا تو جب تک مکان بنتا رہا، کہیں نہ کہیں سے رقم آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ فصل بھی غیر معمولی طور پر اچھی ہوگئی۔ اور مکان بنتے بنتے پوری کوٹھی تیار ہوگئی۔ جو حصہ مکان اُس وقت نہ بنایا پھر نہ بن سکا۔ اب اکثر کف افسوس ملتے ہیں کہ اگر اُس وقت بنالیتے تو اللہ تعالیٰ کا فضل جاری تھا، ضرور بن جاتا۔

محترم ملک حبیب الرحمٰن صاحب کے ایک عزیز کو سلسلہ کی طرف سے کچھ سزا ملی تو محترم ملک صاحب نے حضرت میاں صاحبؓ سے سارے واقعات بیان کرکے عرض کیا کہ بحیثیت صدر نگران بورڈ آپؓ تحقیقات کریں۔ آپؓ نے فرمایا کہ مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ اُس دوست کی اکثر باتیں درست ہیں اور تحقیقات پوری طرح ہونی چاہئے تھی لیکن چونکہ سزا خلیفہ وقت کی طرف سے ہے لہٰذا وہ دوست بلاشرط معافی مانگیں، پھر ان کے عذرات کی طرف توجہ دی جائیگی۔

محترم پروفیسر بشارت احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ قادیان میں اسمبلی کے الیکشن کے سلسلہ میں پولنگ کا انتظام جس کارکن کے سپرد تھا، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اُن کی مساعی پر خوش نہ ہوئے۔ اگلے روز ایک مجلس میں خاکسار نے حضرت میاں صاحبؓ کی موجودگی میں کہا کہ فلاں صاحب کی سستی کی وجہ سے کافی نقصان ہوا ہے۔ یہ سن کر حضرت میاں صاحبؓ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا: ان کی جگہ اگر آپ ہوتے تو کیا وہ سب کچھ کرلیتے جو حضور چاہتے ہیں؟ خلیفہ وقت کا حق ہوتا ہے کہ وہ ہماری سستی و غفلت پر تنبیہ کرے لیکن ہر کس و ناکس کا حق نہیں کہ وہ حرف گیری کرے بلکہ اپنی فکر کرنی چاہئے کہ مَیں نے کیا کیا ہے؟!۔

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کا بیان ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ کے ایک دیرینہ دوست سے ایک مرتبہ حضرت مصلح موعودؓ ناراض ہوگئے تو انہوں نے کسی ذریعہ سے حضرت میاں صاحبؓ کو پیغام بھجوایا کہ ملنا چاہتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا: حضرت صاحب اُس سے ناراض ہیں، پہلے حضرت صاحب سے معافی لے، پھر ملوں گا۔

مکرم فیض الحق خانصاحب بیان کرتے ہیں کہ جماعت کوئٹہ نے بعض معاملات کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا اور اس خیال سے کہ یقینی طور پر حضورؓ کی خدمت میں پیش ہوجاوے، حضرت میاں صاحبؓ کی معرفت ارسال کردیا۔ لیکن آپؓ نے وہ خط جماعت کو واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت صاحب کا خط کسی کی معرفت ارسال کرنا خلاف ادب ہے۔

محترم سید میر داؤد احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء میں ایک دن مَیں نے حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں بعض انتظامی نقائص کا ذکر کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ آدمی کو سوچ کر بات کرنی چاہئے۔ اصل کام انتظام کا امام کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اسی کی ہدایات کے ماتحت تدابیر اختیار کی جاتی ہیں جو بعض دفعہ بظاہر غلط نظر آتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد امام کو حاصل ہوتی ہے اور وہی درست ہوتا ہے اور انجام کے لحاظ سے وہی بہتر ہوتا ہے جو امام فیصلہ کرتا ہے۔ باقی لوگوں کو چاہئے کہ زور اس کی اطاعت پر دیں، نہ کہ خود اپنی طرف سے تجویزیں تیار کریں۔

محترم حاجی بختیار احمد صاحب

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۳؍اکتوبر ۹۹ء میں محترم حاجی بختیار احمد صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے مکرم ظہور احمد صاحب لکھتے ہیں کہ آپ ۱۹۲۶ء میں مالاکنڈ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں والد کے سایہ سے محروم ہوگئے تو والدہ آپ کو لے کر پشاور منتقل ہوگئیں جہاں کچی محلّہ میں رہائش اختیار کرلی اور بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کا سلسلہ شروع کردیا جو آخر وقت تک جاری رہا۔

محترم حاجی صاحب نے پشاور میں تعلیم حاصل کی اور جب میٹرک پاس کیا تو آپ ٹی بی کا شکار ہوگئے اور کئی سال تک ہسپتال میں جن ڈاکٹروں کے زیر علاج رہے اُن میں ایک احمدی ڈاکٹر بھی شامل تھے۔ ابھی آپ کو صحت کا باقاعدہ سرٹیفیکیٹ نہیں ملا تھا کہ آپکے محلّہ کے لوگوں نے مذاق میں آپ کو کہنا شروع کیا کہ تم لاعلاج ہو اور تمہارا علاج صرف یہ ہے کہ ربوہ چلے جاؤ۔ چنانچہ آپ واقعی ربوہ چلے آئے۔ ربوہ کی سخت گرمی کے ایام میں حضرت مصلح موعودؓ کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے اور جب واپس پشاور گئے تو واقعی خود کو صحتمند محسوس کیا۔ دل نے دوبارہ ربوہ جانے کی خواہش کی تو پھر چلے آئے اور اب حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دیسی گھی کے ٹین کا تحفہ پیش کرکے بیعت قبول فرمانے کی درخواست کی۔ یوں قبول احمدیت کے بعد واپس پہنچے اور اپنی والدہ کو امام مہدی کے آنے کی خبر دی۔ انہوں نے نہایت اصرار کیا کہ انہیں بھی ساتھ لے جائیں اور وہ بھی بیعت کرنا چاہتی ہیں کیونکہ بچپن سے وہ ایک گیت پڑھتی آرہی تھیں جس میں مسیح موعود کی آمد کا ذکر تھا۔

صحت یاب ہوکر محترم حاجی صاحب نے ملازمت اختیار کرلی اور اس دوران تین مضامین میں ایم۔اے بھی کیا۔ ۱۹۶۰ء میں اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل پر گئے اور خود بھی حج کی سعادت حاصل کی۔ جماعتی سرگرمیوں میں پوری دلچسپی سے شامل ہوتے۔ صدر حلقہ اور زعیم انصار اللہ پشاور وغیرہ کے عہدوں پر بھی فائز رہے۔ اپنی تنخواہ میں سے صرف گھر کا ضروری خرچ رکھ کر باقی رقم چندہ میں دیدیا کرتے تھے۔ دعوت الی اللہ کا جنون تھا۔ ذاتی طور پر مختلف قسم کے خطوط تیار کررکھے تھے جو غیر از جماعت دوستوں کو ارسال کرتے رہتے۔ بتایا کرتے تھے کہ جوبلی کے سال تک ایسے پچیس ہزار خطوط روانہ کرچکے ہیں۔ بہت دعاگو اور متقی تھے۔ آپکے ہمسایوں کا بیان ہے کہ جب بھی وہ آپ کو ملنے آئے تو آپ کو جائے نماز پر ہی پایا۔

محترم حاجی صاحب کے ذریعہ جو قیمتی وجود احمدیت میں داخل ہوئے اُن میں ایک وارث خان صاحب بھی ہیں۔ یہ پہلے فلمی اداکار تھے۔ احمدی ہونے کے بعد اس کام کو خیرباد کہہ دیا۔ ان کے چار بیٹے ہیں اور چاروں وقف نو کی تحریک میں شامل ہیں۔ یہ محترم حاجی صاحب کے گھرانہ سے بہت متاثر تھے اور ان کے گھر کے بچے بھی آپکی والدہ سے قرآن کریم پڑھا کرتے تھے۔ آپ انہیں لٹریچر وغیرہ بھی دیا کرتے۔ ۱۹۷۳ء کا جلسہ سالانہ آگیا تو محترم حاجی صاحب نے انہیں جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی۔ انہوں نے شرط رکھی کہ جاؤں گا ضرور لیکن بیعت نہیں کروں گا۔ آپ نے جواب دیا ٹھیک ہے۔ لیکن جب ربوہ کی طرف سفر شروع کیا تو وارث خانصاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بارہ میں کوئی نظارہ دیکھا جو ملاقات کے وقت بعینہٖ پورا ہوا اور انہوں نے اُسی وقت خود خواہش کرکے بیعت کرلی۔

محترم حاجی صاحب ۱۸؍جولائی ۹۹ء کو ۷۳ سال کی عمر میں وفات پاگئے اور موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

Muslim Television Ahmadiyya
Programme Schedule for Transmission

06/11/2000 – 12/11/2000

Please Note that programme and timings may Change without prior notice. Details of Programmes are Announced Every Six Hours. All times are given in British Standard Time. For more information please phone on +44 181 870 8517 or fax +44 181 874 8344

Monday 6th November 2000

00.05	Tilawat, News
00.35	Children's Corner: Class No.98, Final Part With Hadhrat Khalifatul Masih IV ®
01.05	Liqa Ma'al Arab Rec.02.05.95 ®
02.10	TALK: Host – Fazeel Ayaz Ahmad Sb.
03.00	Urdu Class: Lesson No.489 Rec.07.05.99
04.15	Learning Chinese: Lesson No.190 ®
04.55	Huzoor's Mulaqat: With Young Lajna & Nasirat
06.05	Tilawat, News
06.35	Children's Corner: Kudak No.13
06.55	Q/A Session with Hadhrat Khalifatul Masih IV Rec: 22.02.98
08.50	Liqa Ma'al Arab: Session No.39
09.45	Urdu Class: Lesson No.489 Rec.07.05.99 ®
11.00	Indonesian Service: Friday Sermon With Indonesian Translation
12.05	Tilawat, News
12.40	Learning Norwegian: Lesson No.86
13.10	Rencontre Avec Les Francophones
14.10	Bengali Service: Various Items
15.10	Homeopathy Class: Lesson No.169
16.20	Children's Corner: Class No.99 Part 1 With Hadhrat Khalifatul Masih IV
16.55	German Service: Various Programmes
18.05	Tilawat
18.30	Urdu Class: Lesson No. 490 Rec: 08.05.99
19.40	Liqa Ma'al Arab: Session No.40
20.55	Rencontre Avec Les Francophones Mulaqat with French speaking Friends ®
21.55	Islamic Teachings: Prog.No.14/ Part 2
22.30	Homeopathy Class: Lesson No.169 ®
23.30	Learning Norwegian: Lesson No.86 ®

Tuesday 7th November 2000

00.05	Tilawat, News
00.40	Children's Corner: With Hazoor Class No.99 / Part 1®
01.10	Liqa Ma'al Arab: Session No.40
02.10	MTA Sports: Football – Final Basalat group Vs. Qanaat group
03.00	Urdu Class: Lesson No.490 Rec.08.05.99
04.30	Learning Norwegian: Lesson No.86 ®
05.00	Rencontre Avec Les Francophones Mulaqat with French speaking friends®
06.05	Tilawat, News
06.35	Children's Class: With Hadhrat Khalifatul Masih IV No. 99 First Part
07.05	F/S Rec: 16.07.99 Pushto Translation
08.00	Islamic Teachings- Prog.14 / Part 2®
08.35	Liqa Ma'al Arab: Session No.40 ®
09.45	Urdu Class: Lesson No.490 Rec: 08.05.99 ®
10.55	Indonesian Service: Various Programmes
12.05	Tilawat, News
12.40	Le Francais C'est Facile: Lesson No.15
13.05	Bengali Mulaqat: Q/A Session with Hadhrat Khalifatul Masih IV
14.05	Bengali Service: Various Items
15.10	Tarjumatul Quran Class: Lesson No.140
16.15	Le Francais C'est Facile: Lesson No.15 ®
16.40	Children's Corner: Correct Pronunciation of the Holy Quran, Lesson No.26
17.00	German Service: Various Items
18.05	Tilawat,
18.15	Urdu Class: Lesson No.491 Rec: 26.05.99
19.20	Liqaa Ma'al Arab:Session No.41
20.35	Zinda Log: Shahadut
21.20	Bengali Mulaqat ®
22.25	Tarjumatul Quran Class: Lesson No.140 ®
23.30	Le Francais C'est Facile: Lesson No.15

Wednesday 8th November 2000

00.05	Tilawat, News
00.40	Children's Corner: Quran Pronunciation ®
01.00	Liqa Ma'al Arab: Rec: 04.05.95 ®
02.10	Bengali Mulaqat: ®
03.15	Urdu Class: Lesson No.491 Rec: 26.05.99
04.25	Le Francais C'est Facile: Lesson No.15 ®
04.50	Tarjumatul Quran Class: Lesson No.140 ®
06.05	Tilawat, News
06.40	Children's Corner: Quran Pronunciation ®
06.55	Swahili Programme: Seeratun Nabi (saw) Presented by Bashir Ahmad Akhtar Sb. & Maulana Jamil-ur-Rehman Rafiq Sb.
07.40	Zinda Log: Shahadut Muzaffar Ahmad Sharma Sb. ®
08.30	Liqa Ma'al Arab: Rec.04.05.95 ®
09.50	Urdu Class: Lesson No.491 Rec: 26.05.99 ®
10.55	Indonesian Service: Various Items
12.05	Tilawat, News
12.40	Urdu Asbaaq Lesson No.25
13.05	Atfal Mulaqat: With Huzoor
14.05	Bengali Service: Various Items
15.05	Tarjumatul Quran Class: Lesson No.141 Rec: 16.07.96
16.10	Urdu Asbaaq: Lesson No.25
16.55	German Service: Various Items
18.05	Tilawat
18.15	Urdu Class: Lesson No.492 Rec.28.05.99
19.30	Liqaa Ma'al Arab: 16.05.95
20.30	MTA France: Various Items
20.55	Atfal Mulaqat: With Huzoor ®
22.30	Tarjumatul Quran Class: Lesson No.141 Rec.16.07.96 ®
23.35	Urdu Asbaq: Lesson No.25 ®

Thursday 9th November 2000

00.05	Tilawat, News
00.35	Children's Corner: Guldasta
01.10	Liqaa Ma'al Arab: Rec.16.05.95 ®
02.15	Atfal Mulaqat: With Huzoor ®
03.15	Urdu Class: Lesson No.492 ®
04.30	Urdu Asbaq: Lesson No.25 ®
04.50	Tarjumatul Quran Class: Lesson No.147 ®
06.05	Tilawat, News
06.35	Children's Corner: Guldasta ®
07.20	Sindhi Programme: F/S Rec.09.07.99
08.15	Documentary: Nusret Jehan Academy
08.50	Liqa Ma'al Arab: Session No.43
09.55	Urdu Class: Lesson No.492 ®
10.55	Indonesian Service: Various Items
12.05	Tilawat, News
12.35	Learning Turkish: Lesson No.9
13.05	Liqaa Ma'al Arab Rec: 17.05.95
14.05	Bengali Service: F/Sermon Rec: 05.08.94
15.10	Homeopathy Class: Lesson No.170 With Hadhrat Khalifatul Masih IV
16.25	Children's Corner: Correct Pronunciation of the Holy Quran, Lesson No.27
17.00	German Service: Various Items
18.05	Tilawat, Darsul Malfoozat
18.15	Urdu Class: Lesson No.493
19.30	Liqaa Ma'al Arab Rec: 17.05.95 ®
20.30	MTA Lifestyle: Al Maidah Presentation of MTA Pakistan
20.55	Moshaira: Islamabad 2000 Part 1 Topic: Showhadai-e-Ahmadiyyat
21.30	Quiz History of Ahmadiyyat No.62
22.05	Homeopathy Class: Lesson No.170 ®
23.15	Learning Turkish: Lesson No.9 ®

Friday 10th November 2000

00.05	Tilawat, Dars-ul-Hadith, News
00.45	Children's Corner: Quran Pronunciation ®
01.10	Liqaa Ma'al Arab: Rec.17.05.95 ®
02.10	Moshaira: Islamabad 2000 Part 1
02.45	Urdu Class: Lesson No.493 Rec.29.05.99 ®
04.15	Learning Turkish: Lesson No.9 ®
04.45	Homeopathy Class: Lesson No.170 ®
06.05	Tilawat, Dars ul Hadith, News
06.50	Children's Corner: Quran Pronunciation ®
07.15	Quiz; History of Ahmadiyyat No.62 ®
07.55	Saraiky Programme: F/S Rec: 21.01.00
08.45	Liqa Ma'al Arab: Rec.17.05.95 ®
09.50	Urdu Class: Lesson No.493 ®
11.00	Indonesian Service: Tilawat, Malfoozat
11.30	Bengali Service: Various items
12.05	Tilawat, Dars Malfoozat, News
12.50	Nazm, Darood Shareef
13.00	Friday Sermon: from London
14.00	Documentary: Handicraft Exhibition
14.25	Majlis-e-Irfan: With Hadhrat Khalifatul Masih IV
15.25	Friday Sermon: From London ®
16.25	Children's Corner: Class No.32, Part 1 Produced by MTA Canada
17.00	German Service: Various Items
18.05	Tilawat, Dars ul Hadith
18.25	Urdu Class: Lesson No.494 Rec: 02.06.99
19.35	Liqa Ma'al Arab: Rec: 18.05.95
20.40	Speech: Jalsa/Salana U.K 2000 by Ravil Bukhariv Sb.
21.05	Documentary: Hadicraft Exhibition
21.25	Friday Sermon: ®
22.55	Majlis-e-Irfan with Huzoor: ®

Saturday 11th November 2000

00.05	Tilawat, News
00.35	Children's Corner: Class No.32, Part 1 ® Produced by MTA Canada
01.05	Liqa Ma'al Arab: Rec.18.05.95 ®
02.10	Friday Sermon: ®
03.15	Urdu Class: Lesson No.494 Rec.02.06.99®
04.20	Computers for Everyone: Part 73
04.55	Majlis-e-Irfan: with Hadhrat Khalifatul Masih IV and Urdu Speaking guests ®
06.05	Tilawat, News
06.40	Children's Corner: Class No.32 Part 1 Presentation MTA Canada
07.25	MTA Mauritius: Variety Programme
07.55	Weekly Preview
08.10	Documentary: Bharat Darshan Presentation of MTA Qadain
08.40	Liqa Ma'al Arab: Rec.18.05.95 ®
09.50	Urdu Class: Lesson No.494 ®
10.55	Indonesian Service: Various Items
12.05	Tilawat, News
12:35	Learning Danish: Lesson No.52
13.05	German Mulaqat: By Hadhrat Khalifatul Masih IV
14.05	Bengali Service: Various Items
15.10	Quiz: Khutabat-e-Imam Rec. [illegible]
15.45	Weekly Preview
16.00	Children's Class: With Hadhrat Khalifatul Masih IV
17.00	German Service: Various Items
18.05	Tilawat,
18.20	Urdu Class: Lesson No.495 Rec:04/06/99
19.30	Liqa Ma'al Arab: Session No.46
20.30	Weekly Preview
20.50	Arabic Programme: Various Items
21.20	Children's Class: With Hadhrat Khalifatul Masih IV
22.20	Documentary: Bharat Darshan Presentation MTA Qadian
22.50	German Mulaqat:

Sunday 12th November 2000

00.05	Tilawat, News
00.50	Quiz Khutabat-e-Iman
01.05	Liqa Ma'al Arab: Session No.44 ®
02.05	Canadian Horizons: Children's Class No.54
03.10	Urdu Class: Lesson No.495 ®
04.25	Learning Danish: Lesson No.52 ®
04.55	Children's Class: With Hazoor ®
06.05	Tilawat, News, Weekly Preview
07.05	Quiz Khutbat-e-Imam ®
07.20	German Mulaqat: ®
08.25	Chinese Programme: Part 14
08.50	Liqa Ma'al Arab: Session No.44 ®
09.55	Urdu Class: Lesson No.495 ®
10.55	Indonesian Service: Various Programmes
12.05	Tilawat, News
12.50	Learning Chinese: Lesson No.191
13.15	Mulaqat: Young Lajna & Nasirat With Hadhrat Khalifatul Masih IV
14.15	Bengali Service: Various Programmes
15.10	Friday Sermon: ®
16.20	Weekly Preview
16.35	Children's Class: No.99 Final Part
16.50	German Service: Various Items
18.05	Tilawat,
18.15	Urdu Class: Lesson No.496
19.30	Liqa Ma'al Arab: Session No.45
20.35	Albanian Programme: Q/A Part 2
21.05	Q/A Session: Rec.15.03.98 With Hadhrat Khalifatul Masih IV
22.20	Exhibition: Nusret Jahan Academy
22.45	Mulaqat: Young Lajna & Nasirat ®

Translations for Huzoor's Programmes are available on the following Audio frequencies: *English: 7.02 mhz, Arabic: 7.20 mhz, Bengali: 7.38 mhz, French: 7.56 mhz, German: 7.74 mhz, Indonesian/ Russian: 7.92 mhz, Turkish: 8.10 mhz,*

Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8870 8517
Fax: (020) 8875 0249

Vol. 7 | Friday, November 3, 2000 | Issue No. 44

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاهد۔ مؤرخ احمدیت

تاریخ اسلام کا ایک انقلاب انگیز واقعہ

الشیخ محمد بن الشیخ خلیفہ بن حمد بن موسیٰ النبهانی الطائی (متوفی ۱۹۵۰ء) مکہ معظمہ کے ایک نامور مورخ و مؤلف تھے جو نومبر ۱۹۱۳ء میں ایک سیاح کی حیثیت سے پہلے بحرین گئے بعدازاں برسوں تک بصرہ، عراق اور اس سے متصل ریاست المنتفق میں مقیم رہ کر ان عرب ممالک کے حالات کا قریب سے مطالعہ کیا اور ۱۹۲۹ء میں اپنے مشاہدات و تاثرات "التحفة النبهانيه فی تاريخ الجزيرة العربية" کے نام سے قلمبند کئے۔ گزشتہ سال بیروت لبنان کے ادارہ "دار احياء العلوم" اور بحرین کے "المكتبة الوطنيه" نے اس معلومات افروز سفر نامہ کا دوسرا ایڈیشن نہایت عمدہ اور نفیس رنگ میں شائع کیا ہے۔

فاضل مؤلف نے کتاب کے باب اوّل میں پہلے یہ بتایا ہے کہ کس طرح آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک کے آخری سالوں میں بحرین آفتابِ اسلام کی ضیاپاشیوں سے منور ہوا۔ ازاں بعد لکھا ہے:

"فلما توفّى النّبى ﷺ ارتدّوا وقالوا لو كان نبياً ما مات فقال لهم الجارود تعلمون ان للّه انبياء من قبله و لم تروهم وتعلمون انهم ماتوا و محمد ﷺ قد مات و انا اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله فاسلموا وثبتوا على اسلامهم"۔(صفحہ ۵۴)

یعنی آنحضرت ﷺ کے وصال مبارک کے بعد یہ لوگ مرتد ہوگئے اور کہا کہ اگر آپ نبی ہوتے تو فوت نہ ہوتے۔ اس پر (حضرت) جارود (صحابیؓ رسولؐ) نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ آنحضورؐ سے قبل بھی اللہ کے انبیاء ہوئے اگرچہ تم نے انہیں دیکھا نہیں اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ سب وفات پا گئے۔ اسی طرح محمد ﷺ بھی انتقال فرما گئے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے نتیجہ میں مرتدین دوبارہ مسلمان ہو گئے اور اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔

سعودی عرب کے مجدّد صدی دوازدھم حضرت محمد عبدالوھاب (متوفی ۱۲۰۶ھ) نے بھی اپنی کتاب " مختصرسیرت الرّسول "(ﷺ) مطبوعہ دارالکتاب العربی ۱۹۹۵ء کے صفحہ ۲۱۹ پر اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے اور مزید وضاحت کرتے ہوئے حضرت جارود بن معلّی کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے اہل بحرین سے کہا کہ تم حضرت موسیٰؑ کے متعلق کیا شہادت دیتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں ۔ پھر دریافت کیا حضرت عیسیٰؑ کی بابت تمہاری گواہی کیا ہے؟ جواب ملا ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ بھی اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر حضرت جارود بن معلّی نے فرمایا کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ بھی رسول اللہ ہیں۔ آپ ویسے ہی زندہ رہے جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ زندہ رہے اور اُسی طرح انتقال فرما گئے **جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے وفات پائی** ۔"عاش كما عاشوا و مات كما ماتوا"۔

یہ سنتے ہی عبدالقیس کا پورا قبیلہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کے پرچم تلے ازسرنو جمع ہوگئے۔ تاریخ اسلام کے اس زریں اور انقلاب انگیز واقعہ سے بالبداہت ثابت ہے کہ **وفات مسیحؑ میں ہی اسلام کی زندگی ہے**۔

بقیہ:
لجنہ کی روح رواں تھیں سیدہ ام متین
از صفحہ نمبر ۱۱

رہنمائی کرتی رہیں۔ ایک دفعہ مجھے نظارت تعلیم سے قرض لینے کی ضرورت پیش آئی ۔ دفتری کارروائی کی وجہ سے تاخیر ہو رہی تھی ۔ آپ کو بے حد فکر تھا۔ حضرت سیدہ آپا ناصرہ بیگم صاحبہ کو ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ سے کہا کہ آپ ۵۰۰روپے لجنہ مرکزیہ سے دیں او ۵۰۰ مَیں لجنہ ربوہ سے قرض دیدوں گی۔ بعد میں جب نظارت تعلیم سے قرض مل جائے گا تو لطیف یہ رقم واپس کردے گی ۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو یہ مشورہ پسند آیا چنانچہ اسی کے مطابق بروقت رقم کا انتظام ہو گیا۔ بعد میں نظارت سے جب قرض مل گیا تو یہ رقم شکریہ کے ساتھ واپس کردی۔

میری بیٹی عزیزہ نصرت نے آرٹس کے مضامین میں میٹرک پاس کیا تو ایف۔ اے کے لئے داخلہ کے لئے آپ کے مشورہ سے آرٹس کے مضامین لکھ دئے گئے۔ بعد میں آپ کو خیال آیا کہ اسے میڈیکل میں جانا چاہئے تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے لئے یہ مشکل ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ الیف۔ ایس۔ سی۔ ربوہ میں کرے، بعد میں خدا تعالیٰ خود کوئی انتظام کردے گا۔ چنانچہ فارم منگوا کر ان پر آرٹس کی بجائے میڈیکل کے مضامین لکھ دئے۔ بعد میں جامعہ نصرت کالج ربوہ کے اساتذہ سے دریافت فرماتی رہیں کہ یہ لڑکی پڑھائی میں کیسی چل رہی ہے۔ آپ اس کی تعلیمی ترقی کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتیں اور اس طرح آپ کی دعا اور توجہ سے یہ بچی بالآخر ڈاکٹر بن گئی۔ الحمد للہ۔

حضرت سیدہ چھوٹی آپا مرحومہ مغفورہ کے بارہ میں کچھ لکھنے کی کوشش کی ہے۔ باتیں تو بہت سی ہیں۔ جب آپ کی یاد آتی ہے تو سوچتی رہ جاتی ہوں کہ کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں۔ بڑھاپے کی کمزوری اور آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے بھی لکھنا مشکل ہے۔ پھر اخبار میں گنجائش کا مسئلہ بھی ہوتا ہے۔ کئی نشستوں میں لکھنے کی وجہ سے کئی خامیاں بھی رہ گئی ہونگی جن کے لئے قارئین سے معذرت خواہ ہوں۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خدا کرے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ مرحومہ کی مثالی زندگی ہم سب کیلئے مشعل راہ ہو۔ آپ ۷/اکتوبر ۱۹۱۸ء کو پیدا ہوئیں اور ۳/نومبر ۱۹۹۹ء کو آپ کی وفات ہوئی گویا ۸۱ سال عمر پائی۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں آپ کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ آمین

میں اس مضمون کو اپنی ہمشیرہ امتہ الباری ناصر کے ان اشعار پر ختم کرتی ہوں۔

لجنہ کی رُوح رواں تھیں سیدہ امّ متیں
اس تنِ زندہ کی جاں تھیں سیدہ امّ متیں
علم و حکمت کا جہاں تھیں سیدہ امّ متیں
گویا تابندہ نشاں تھیں سیدہ امّ متیں

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَاللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (التوبہ:۱۸)

دنیا بھر میں احمدیہ مساجد کی تعمیر

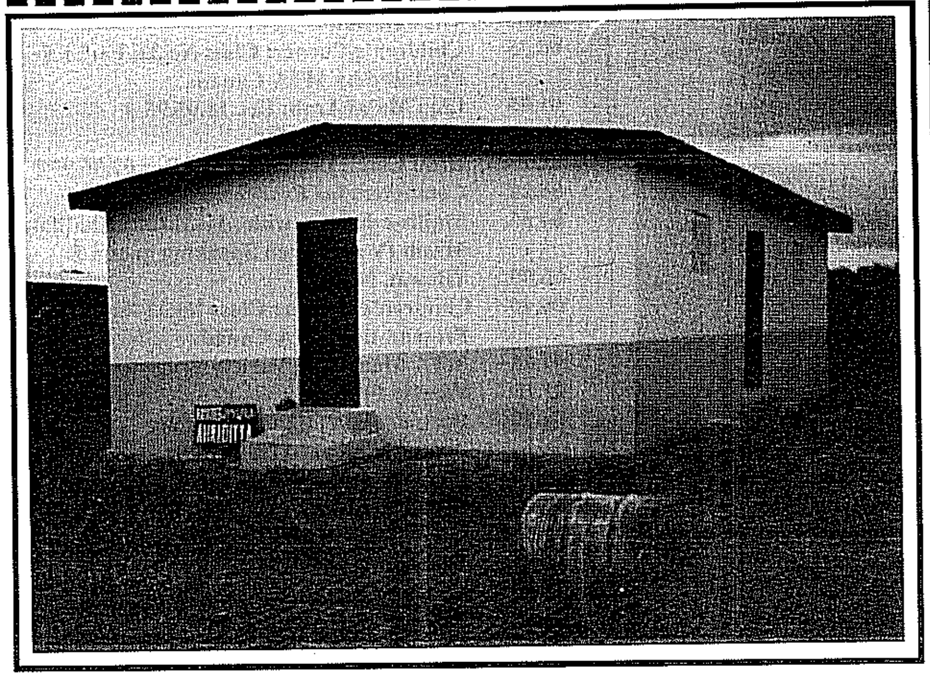

جگہ کا نام Katiola شہر
ملک آئیوری کوسٹ (Ivory Coast)
محلّہ Deriere La Rail

یہ محلّہ خدا کے فضل سے پورا احمدی ہے۔ یہ شہر قریباً سات ہزار افراد کی آبادی پر مشتمل ہے۔ اس شہر میں کل آٹھ مساجد ہیں۔ تمام مساجد کے آئمہ اس مسجد کی تعمیر کے موقعہ پر اکٹھے ہوئے اور احمدی مساعی کے لئے تمام آئمہ نے مکمل تائید اور تعاون کا اظہار کیا اور احمدیت کی ترقی کے لئے کی جانے والی دعاؤں میں شامل ہوئے۔

یہ مسجد تعمیر کی تکمیل کے وقت ہی نمازیوں سے کھچا کھچ بھر چکی ہے۔ اس مسجد کی تعمیر پر ۳۴ لاکھ فرانک سی ایف سے زائد رقم خرچ ہوئی ہے۔

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔ (مینجر)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْهُمْ تَسْحِيقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔